لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

النور
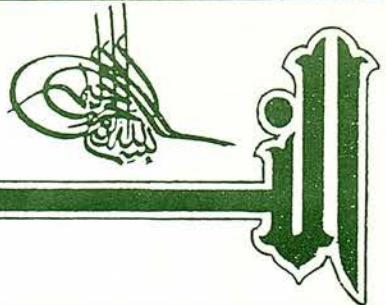
جماعتہائے احمدیہ امریکہ

ہندوستان میں اس سال (۱۰۲۰) نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ۔ ۱۱۴ نئی مساجد کی تعمیر

۷۲ مساجد بنی بنائی عطا ہوئیں۔ ان کی اس سال کی بیعتوں کی تعداد ۱۷ لاکھ دس ہزار ۳۴۴ ہے

غانا میں امسال ۱۱۲۹ نئے مقامات میں احمدیت کا نفوذ۔ ۱۱۳۰ مساجد کا اضافہ

آئیوری کوسٹ میں اس سال (۱۱۵۰) نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ۔ ۴۲۶ مساجد کا اضافہ

بورکینا فاسو میں اس سال (۶۷۷) مقامات پر پہلی بار احمدیت کا پودا لگا۔ ۸۱۰ مساجد کا اضافہ

دعوت الی اللہ کے ثمرات اور اس سلسلہ ظاہر ہونے والے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت پر مشتمل معجزات و نشانات کے تعلق میں بعض ممالک کا خصوصی ذکر

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز کے دوسرے اجلاس سے خطاب کا خلاصہ)

(قسط نمبر۳)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

دعوت الی اللہ کا اجمالی ذکر اس سے پہلے صفحات میں کیا جاچکا ہے لیکن عملاً خدا کے فضل سے دعوت الی اللہ کی راہ میں کیا کیا معجزات رونما ہوئے ہیں اور کیا نشان ظاہر ہو رہے ہیں ان کی چند مثالیں ملک وار آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہیں۔ ایک تو ان کو سن کر احباب جماعت کے ایمان بڑھیں گے۔ دوسرے اعداد و شمار کے ذکر والے دن بہت سے لوگ پوری توجہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ جب دلچسپ واقعات ان کو سنائے جائیں تو پھر ہمہ وقت ان کی توجہ قائم رہتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مگر مجھے تو لگ رہا ہے کہ خدا کے فضل سے پہلے ہی سے جماعت کی توجہ پوری طرح قائم ہے اور نظر آرہا ہے کہ سب لوگ خدا کے فضل کے ساتھ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔

ہندوستان:

حضور نے فرمایا کہ: ہندوستان میں امسال ۱۰۲۰ نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ ہوا ہے جن میں سے ۸۷۱ مقامات پر باقاعدہ نظام جماعت قائم ہو چکا ہے۔ ہندوستان گزشتہ سال کی طرح امسال بھی نئے علاقوں میں نفوذ اور جماعتوں کے قیام کے لحاظ سے ساری دنیا میں سر فہرست ممالک میں شامل ہے۔ ہندوستان میں بنی بنائی مساجد بھی عطا ہو رہی ہیں۔ امسال ایسی ۷۲ مساجد عطا ہوئی ہیں۔ نئی مساجد کی تعمیر کا منصوبہ بھی جاری ہے۔ دوران سال ۱۱۴ نئی مساجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے۔ ۹ تبلیغی مراکز کا اضافہ ہوا ہے۔ تبلیغی مراکز کی کل تعداد ۸۳ ہو گئی ہے۔

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM,** INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:
THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. Box 226
Chauncey, OH 45719-0226
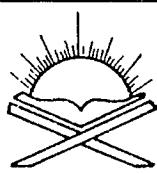
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ڏ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ

(میں) اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے (پڑھتا ہوں)

ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب (ہے)

بے حد کرم کرنے والا، بار بار رحم کرنے والا۔

(اور) جزا سزا کے وقت کا مالک ہے۔

(اے خدا!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تُو نے انعام کیا ہے جن پر نہ تو (بعد میں تیرا) غضب نازل ہُوا ہے) اور نہ وہ (بعد میں) گمراہ (ہو) گئے (ہیں)۔

ایہا الذین آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الی

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

نومبر ۱۹۹۹ء

نبوت ۱۳۷۸ ہش

فہرست مضامین

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں

براءؓ بن عازبؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے بستر پر جانے لگے تو پہلے وضو کر جیسا کہ نماز کے لئے وضو کرتا ہے' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جا' اور یوں دعا کر کہ اے اللہ میں نے اپنی جان تجھ کو سونپی' اور اپنے تمام معاملات تیرے سپرد کئے' اور میں نے تجھی کو اپنا سہارا بنایا' تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھی سے ڈرتے ہوئے تیری گرفت سے کوئی پناہ کی جگہ اور بھاگ کر جانے کی نہیں مگر تیری طرف' میں تیری کتاب پر ایمان لایا' جو تو نے اتاری' اور تیرے نبی پر ایمان لایا جو تو نے بھیجا۔ (بخاری)

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت مبارک تھی۔ کہ جب آپؐ اپنے بستر پر جاتے' تو یوں دعا فرماتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا' اور ہماری ضرورتیں پوری کیں' اور ہم کو آرام کرنے کی جگہ دی' کئی شخص ایسے ہیں کہ جن کی نہ ضرورت پوری ہوئی نہ ان کو آرام کرنے کی جگہ ملی۔ (مسلم)

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونے لگتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسارہ کے نیچے رکھتے اور فرماتے اے اللہ بچائیو اپنے عذاب سے جس دن کہ تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ (ترمذی)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے کہ اے اللہ میں تجھ سے ہدایت اور تقویٰ اور پرہیزگاری اور محتاجی سے بچنا طلب کرتا ہوں۔ (مسلم)

طارقؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نماز سکھلاتے پھر اس کو ارشاد فرماتے کہ یہ دعا مانگا کرے کہ اے اللہ مجھے بخش دے' اور مجھ پر رحم فرما' اور مجھے ہدایت دے اور مجھے تمام مصیبتوں سے محفوظ فرما۔ اور مجھے رزق عنایت فرما۔ (مسلم)

معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا' اے معاذؓ خدا کی قسم مجھے تجھ سے محبت ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے معاذؓ بلاناغہ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگا کر کہ اے اللہ مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی' اور اپنے شکر کی' اور اس بات کی کہ میں تیری اچھی طرح عبادت کر سکوں۔ (ابوداؤد)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سلام سے پہلے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ بخش دے میری پہلی اور پچھلی غلطیاں' اور میری پوشیدہ اور ظاہر غلطیاں اور میری ہر قسم کی زیادتیاں اور میری وہ غلطیاں جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے' اے اللہ تو ہی آگے بڑھاتا (ترقی دیتا) اور پیچھے ہٹاتا ہے۔ تیرے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ (مسلم)

عبداللہؓ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسلام کے قواعد اور قوانین میرے اندازہ سے باہر ہیں۔ مجھے تو کوئی ایسی بات بتائیے کہ جس پر میں پنجہ مار لوں' آپؐ نے فرمایا وہ یہ کہ تر رہے ہمیشہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے۔ (ترمذی)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہر وقت دنیا میں گھومتے رہتے ہیں' اور خدا کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں رہتے ہیں' اور جب وہ کہیں پر لوگوں کو اللہ کی یاد میں مشغول پاتے ہیں' تو ان کو گھیر لیتے ہیں اور خدا کا ذکر سنتے رہتے ہیں۔ پھر جب وہ فارغ ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان سے سوال کرتا ہے۔ حالانکہ خدا ان سے زیادہ جانتا ہے' کہ فرشتو میرے بندے کیا کہتے تھے' فرشتے کہتے ہیں' کہ وہ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ تمام نقصوں سے پاک ہے وہ تمام خوبیوں کا جامع ہے وہ سب سے بڑا ہے۔ وہ سب سے بزرگ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتو کیا میرے بندوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں' ہرگز نہیں' اللہ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو' فرشتے کہتے ہیں کہ اے خدا اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو پہلے سے زیادہ تیری عبادت کریں۔ اور پہلے سے زیادہ تیری بزرگی بیان کریں۔ اور پہلے سے بڑھ کر تیری خوبیوں کا اظہار کریں اور بہت زیادہ تیری تسبیح کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' فرشتو میرے بندے مجھ سے کیا مانگتے وہ کہتے ہیں کہ اے خدا وہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے بہشت کبھی دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کبھی نہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں' تو پہلے سے زیادہ اس کی حرص کریں اور آگے سے بڑھ کر اس کی طلب کریں' اور اس کی رغبت میں پہلے سے بڑھ جاویں۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ فرشتو میرے بندے کس چیز سے پناہ مانگتے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ دوزخ سے پناہ مانگتے تھے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو کیا ہو' فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو پہلے سے زیادہ اس سے بھاگیں' اور آگے سے زیادہ اس سے خوف کریں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فرشتو دیکھو میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے ان بندوں کو بخش دیا' اس پر ایک فرشتہ فرشتوں میں

سے عرض کرتا ہے کہ حضور ان لوگوں میں فلاں شخص جو بیٹھا ہوا تھا وہ ان میں سے نہ تھا۔ وہ تو اپنے کسی کام سے وہاں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمادے گا' میں نے اس کو بھی بخشا کیونکہ وہ لوگ ایسے مجلسی ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدقسمت و محروم نہیں رہتا (مسلم)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی فرماں برداری کی طرف پھیردے۔ (مسلم)

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یوں دعا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مجھے کام کرنے کے لئے سامان مہیا نہ ہو' یا سامان مہیا تو ہوں' مگر میں کام میں سستی کروں' اور میں پناہ مانگتا ہوں' بزدلی سے اور بہت بڑھاپے سے' اور بخل سے' اور میں پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور میں پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی مصیبتوں سے۔ (مسلم)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی دعا سکھلادیں جو میں نماز میں مانگا کروں' آپؐ نے فرمایا کہ یوں کہا کر' اے اللہ میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا' پس تو مجھے اپنی جناب سے معافی عطا فرما' اور مجھ پر رحم کر' کہ تو بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ (بخاری)

ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ بخش دے میری غلطیاں جو میں نے سچ مچ کیں اور جو ہنسی میں کیں اور جو غلطی سے کیں' اور جو جان بوجھ کر کیں' اور یہ سب میں نے واقع میں کی ہیں' اے اللہ بخش دے میری غلطیاں جو میں نے پہلے کیں' اور جو پیچھے کیں اور جو میں نے چھپ کر کیں' اور جو علی الاعلان کیں اور وہ غلطیاں بھی جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے اے اللہ تو ہی کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی خدا نہیں اور تو ہربات پر قادر ہے۔ (بخاری)

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا"

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا......

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۹)

اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا طیار کرے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب طیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادت مند لوگو تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے۔ وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بد خواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ۔ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔"

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۳)

دعا کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات

یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لئے دُعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے اور یہی معنی اس دعا کے ہیں۔ پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد اعمال میں نظر کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۲۴)

یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر اس سے آخر تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں - کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے - مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائینگے۔

مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اُٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بیتاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جائیگا - وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم -حیا والا - صادق - وفادار - عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے -پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو کہ تم پر رحم فرمائیگا - دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو - خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ - دُعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائیگا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائیگی - دُعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے -دُعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے - دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی گویا وہ اَور خدا ہے حالانکہ اَور کوئی خدا نہیں مگر نئی تجلّی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے -تب اس خاص تجلّی کی شان میں اس تبدیلی یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا -یہی وہ خوارق ہے - غرض دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے -اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے - اس دُعا کے ساتھ رُوح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ حضرت احدیت پر گرتی ہے - وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے - اور رُوح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے - اور اس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلّی کھو دیتی ہے اور اپنے نقش وجود کو مٹا دیتی ہے -یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے - اور شریعت اسلامی نے اس کی تصویر معمولی نماز میں کھینچکر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کی طرف محرک ہو -کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ رُوح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر رُوح پر ضرور ہوتا ہے -جب تمہاری رُوح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے

ہیں۔ اور جب رُوح میں خوشی پیدا ہو تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے۔ ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہنچے تو اس درد میں رُوح بھی شریک ہوتی ہے۔ اور جب جسم کسی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو تو روح بھی اس سے کچھ حصہ لیتی ہے۔ پس جسمانی عبادات کی غرض یہ ہے کہ رُوح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے رُوح میں بھی حضرت احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو۔ اور وہ روحانی قیام اور سجود میں مشغول ہو جائے۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۶-۲۸)

پس دعاؤں سے کام لینا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کے حضور استغفار کرنا چاہیئے کیونکہ خدا تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے اس پر کسی کی حکومت نہیں ہے۔ ایک شخص اگر عاجزی اور فروتنی سے اس کے حضور نہیں آتا وہ اس کی کیا پروا کر سکتا ہے۔ دیکھو اگر ایک سائل کسی کے پاس آ جاوے تو اپنا عجز اور غربت ظاہر کرے تو ضرور ہے کہ اُس کے ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک ہو لیکن ایک شخص جو گھوڑی پر سوار ہو کر آوے اور سوال کرے اور یہ بھی کہے کہ اگر نہ دو گے تو ڈنڈے ماروں گا تو بجز اسکے کہ خود اس کو ڈنڈے پڑیں اور اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ خدا تعالیٰ سے اڑ کر مانگنا اور اپنے ایمان کو مشروط کرنا بڑی بھاری غلطی اور ٹھوکر کا موجب ہے۔ دعاؤں میں استقلال اور صبر ایک الگ چیز ہے اور اڑ کر مانگنا اور بات ہے۔ یہ کہنا کہ میرا فلاں کام اگر نہ ہُوا تو میں انکار کر دونگا یا یہ کہہ دونگا۔ یہ بڑی نادانی اور شرک ہے اور آداب الدعا سے ناواقفیت ہے ایسے لوگ دعا کی فلاسفی سے ناواقف ہیں۔ قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہر ایک دعا تمہاری مرضی کے موافق میں قبول کروں گا۔ بیشک یہ ہم مانتے ہیں کہ قرآن شریف میں لکھا ہُوا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ لیکن ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اسی قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہُوا ہے:- وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ -

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں اگر تمہاری مانتا ہے تو لَنَبْلُوَنَّكُمْ میں اپنی منوانی چاہتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان اور اس کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندہ کی بھی مان لیتا ہے ورنہ اس کی الوہیت اور ربوبیت کی شان کے یہ ہرگز خلاف نہیں کہ اپنی ہی منوائے ولنبلونکم بشیء من الخوف جو فرمایا تو اس مقام پر وہ اپنی منوانا چاہتا ہے۔ کبھی کسی قسم کا خوف آتا ہے اور کبھی بھوک آتی ہے اور کبھی مالوں پر کمی واقع ہو جاتی ہے۔ تجارتوں میں خسارہ ہوتا ہے۔ اور کبھی ثمرات میں کمی ہوتی ہے اولاد ضائع ہوتی ہے اور ثمرات برباد ہو جاتے ہیں اور نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں خدا تعالیٰ کی آزمائش ہوتی ہے۔ اُس وقت خدا اپنی شان حکومت دکھانا چاہتا ہے اور اپنی منوانا چاہتا ہے۔ اُسوقت صادق اور مومن کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نہایت اخلاص اور انشراح صدر کے ساتھ خدا کی رضا کو مقدم کر لیتا ہے اور اُس پر خوش

ہو جاتا ہے کوئی شکوہ اور بدظنی نہیں کرتا اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ پس صبر کرنے والوں کو بشارت دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ دعا کرنے والوں کو بشارت دو۔ بلکہ صبر کرنے والوں کو۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اگر بظاہر اپنی دعاؤں میں ناکامی دیکھے تو گھبرا نہ جاوے بلکہ صبر اور استقلال سے خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرے۔ اہل اللہ کو نظر آ جاتا ہے کہ یہ کام ہونہار ہے۔ پس جب وہ یہ دیکھتے ہیں تو دعا کرتے ہیں ورنہ قضاء و قدر پر راضی رہتے ہیں۔ اہل اللہ کے دو ہی کام ہوتے ہیں۔ جب کسی بلا کے آثار دیکھتے ہیں تو دعا کرتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ قضاء و قدر اس طرح پر ہے تو صبر کرتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کی وفات پر صبر کیا۔ جن میں سے ایک بچہ ابراہیم بھی تھا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۸۵-۲۸۶)

میرا صدہا مرتبہ کا تجربہ ہے کہ خدا ایسا کریم و رحیم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۷)

اے ارحم الراحمین! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُرخطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور الرحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال۔ اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر۔ اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ۔ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل محبین میں مجھے اٹھا۔

اے ارحم الراحمین! جس کام کی اشاعت کے لئے تونے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تونے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اُس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا۔ اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجۃ الاسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر۔ اور اس عاجز اور اس کے محبوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی ظل اور حمایت میں رکھ۔ دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل بن۔ اور سب کو دار الرضا میں پہنچا اور اپنے رسول مقبولؐ اور اس کے آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین ثم آمین۔

(الفضل ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۲ء)

اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سُن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اُٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے۔ اور زمین تیرے راستباز اور مؤحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے۔ اور تیرے رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ آمین

اے میرے قادر خدا! مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا۔ اور میری دُعائیں قبول کر جو ہریک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا! ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)

امید ہے کہ اگلی صدی کے اختتام تک دین اسلام تمام دنیا پر غالب آجائے گا

ہم اس وقت تک خاک ہو چکے ہونگے مگر ہم یقین سے کہہ سکیں گے کہ ہماری خاک سے یہ کہکشاں پیدا ہوئی ہے

(انٹرنیشنل تربیتی سیمینار منعقدہ ۲۹/جولائی ۱۹۹۹ء سے حضور ایدہ اللہ کا خطاب)

جلسہ سالانہ برطانیہ سے ایک روز قبل ۲۹/جولائی کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں انٹرنیشنل تربیتی سیمینار منعقد ہوا جس میں ۳۰ ممالک کے ۱۵۰ مرد اور ۳۶ خواتین نمائندگان نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ یو۔کے۔ سے ۶۰ مرد اور ۴۰ خواتین شامل ہوئیں۔ مختلف نمائندگان نے سیمینار کے لئے مجوزہ موضوعات پر اپنے اپنے ملک کے تجربات کے حوالہ سے اظہار خیال کیا اور نہایت دلچسپ اور ایمان افروز تجربات بیان کئے۔

اس سیمینار کا آخری اجلاس قریباً سوا پانچ بجے شام سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تشریف آوری پر حضور کے زیر صدارت شروع ہوا۔ حضور کی آمد پر ایک دوست نے نعرہ تکبیر کی آواز بلند کی تو حضور نے فرمایا کہ رجسٹر روایات پڑھتے ہوئے علم ہوا کہ یہ بالکل بعد کی ایک نئی رسم ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں اس طرح نعرے لگانے کا کوئی طریق نہیں تھا اس لئے اسے بالکل بند کردیں۔ اگر کسی بات پر دل سے بے اختیار اللہ اکبر کی آواز بلند ہو تو ہلکی مناسب آواز میں بے شک اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ دے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہی طریق رہا ہے۔

پھر تلاوت قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمہ کے بعد جو بالترتیب مکرم عبداللہ اسعد عودہ صاحب اور طاہر سلبی صاحب نے پیش کیا مکرم ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی صاحب سیکرٹری تربیت یو کے نے سیمینار کی مختصر رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ ساڑھے نو بجے رجسٹریشن سے اس سیمینار کا آغاز ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے قبل دس سال تک جلسہ کے موقعہ پر انٹرنیشنل تبلیغی سیمینار منعقد کیا جاتا رہا اور ہم تبلیغ کے میدان میں عالمی تجربات سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ اب تربیتی سیمینار کا آغاز کیا گیا ہے تاکہ ہم اس میدان میں بھی عالمی تجربات سے فائدہ اٹھا سکیں۔

رپورٹ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے احباب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اس میٹنگ کا مقصد ایک دوسرے کی ذہانت کو تیز کرنا تھا جیسے قصاب چھریوں کو آپس میں رگڑ کر کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ یہ مقصد پورا ہو گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ نو احمدیوں کو جماعت کا حصہ بنانے اور دوسروں کو جماعت میں لانے کے سلسلہ میں آپ نے ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کیا ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سال کئی پہلوؤں سے احمدیت کی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوگا۔ ایک بات یقینی ہے کہ ہم اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں کہ سپیڈ (Speed) بھی بڑھ رہی ہے اور ایکسلریشن (Acceleration) بھی۔ اس طرح سے امید ہے کہ اگلی صدی کے اختتام تک انشاء اللہ تمام دنیا پر دین اسلام غالب آجائے گا۔

حضور نے فرمایا کہ ہم اس وقت تک خاک ہو چکے ہونگے مگر ہم یقین سے کہہ سکیں گے کہ ہماری خاک سے یہ کہکشاں پیدا ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ میری خواب ہے۔ میں ان خوابوں میں رہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہم ان خوابوں کو حقیقت کے روپ میں دیکھیں گے۔ یہ وہ تقدیر ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

حضور نے فرمایا کہ مکرم امیر صاحب کا اصرار تھا کہ میں خود یہاں آؤں اور آپ سب کو دیکھ کر اپنے دل کو فرحت پہنچاؤں۔ ان کی خواہش کے احترام میں میں یہاں آیا ہوں۔ اس کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کیونکہ بعض دیگر پروگرام ہیں۔ حضور نے آخر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کروائی اور یوں ساڑھے پانچ بجے شام یہ سیمینار اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: ابولبیب)

خطبہ جمعہ

وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نماز اور یادِ الٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۵ر تبوک ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾۔

(سورة المومنون آیات ۲ تا ۴)

ان آیات سے متعلق میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا کہ شاید گزشتہ خطبے ہی میں ان کی تفصیل کا بھی موقع مل جائے لیکن جو پہلا مضمون تھا وہ آخر تک جاری رہا۔ پس آج میں ان آیات کے متعلق احباب جماعت کو ان آیات میں مضمر وہ پیغامات دیتا ہوں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائے اور جن کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس میں سے چند باتیں میں ... چنی ہیں۔ ان کا وہ ترجمہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ میں تحریر فرمایا وہ یہ ہے۔ یعنی وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نماز اور یادِ الٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں اور رقت اور گدازش سے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس ترجمے میں ان آیات کے مرکزی بنیادی امور بیان فرما دیئے گئے ہیں اور ان کی تفصیل اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جو خشوع سے نا آشنا ہو، ایسی دعا سے جو سنی نہیں جاتی، ایسے نفس سے جو سیر نہیں ہوتا اور ایسے علم سے جو نفع رساں نہیں۔ میں ان چاروں چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اب یہ روایت تو اس لحاظ سے بہت قابلِ غور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جن کی ساری زندگی خشوع و خضوع میں صَرف ہوئی آپ یہ دعا کیوں مانگا کرتے تھے، اللہ کی پناہ کیوں چاہتے تھے۔ اس میں ایک سبق تو یہ ہے کہ ساری عمر پناہ چاہی اسی لئے ساری عمر آپ کی خشوع و خضوع ہی میں صرف ہوئی یعنی خشوع و خضوع کی توفیق ہر لمحہ اللہ کی طرف سے ملتی ہے اس لئے ہر لمحہ اللہ ہی سے پناہ چاہنی چاہئے۔ پس ایک تو اس حدیث میں یہ نمایاں بات مجھے محسوس ہوئی ہے لیکن دوسری بات جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایسے دل سے جو خشوع سے نا آشنا ہو، وہ دل جس کو خشوع کا علم ہی نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو اپنے لئے ایسے دل کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جو خشوع سے نا آشنا ہو۔ خشوع تو قرآن کریم سے ثابت ہے کہ بہت سے ایسے لوگوں کو جن کو کبھی بھی خدا کی خشیت میں رونا نہیں آتا ان کو بھی کبھی کبھی نصیب ہو جاتا ہے تو ایسے دلوں سے جو خشوع سے نا آشنا ہوں ان سے پناہ کیوں مانگی گئی ہے۔ فی الحقیقت اس میں آئندہ زمانے میں آنے والے ایسے مادہ پرست دلوں کا ذکر ہے جن کے اوپر کبھی بھی خدا تعالیٰ کی خشیت سے، اس کے خشوع سے رقت طاری نہیں ہوتی اور آج یہ مضمون ہمیں تمام دنیا میں پھیلا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ بھاری اکثریت انسانوں کی ہے جو اور باتوں پہ تو رو پڑتے ہیں مگر اللہ کے خشوع سے کبھی نہیں روتے۔ امریکہ ہو یا چین یا جاپان یا یورپ کی بڑی بڑی طاقتیں ان کے سربراہ، ان کے سیاستدانوں سب پر یہ آیت چسپاں ہوتی ہے۔ آپ نے کبھی بھی ان کو اللہ کے ذکر سے روتے نہیں دیکھا ہوگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرما رہے ہیں وہ اس سے نا آشنا ہیں ان کو علم ہی کوئی نہیں کہ ذکرِ الٰہی کیا ہوتا ہے اور یہ بناء ہے کہ اس ذکر کی وجہ سے تم کبھی بھی ان کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی نہیں دیکھو گے۔ ان سے پناہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی امت کو یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ ان کے اثرات سے خدا کی پناہ مانگنا۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو ہرگز بعید نہیں کہ تم بھی رفتہ رفتہ انہی کے رنگ میں ڈھلتے چلے جاؤ گے اور ویسے ہی دل تمہارے دل بھی ہو جائیں گے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ وہ بھاری تعداد مسلمانوں کی جو ان لوگوں سے متاثر ہیں اور دنیا طلبی میں ان کی ساری زندگی خرچ ہو رہی ہے وہ ذکرِ الٰہی میں خشوع سے نا آشنا ہیں۔ کبھی کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کے دل میں بھی خشوع ہے یعنی اس وقت جبکہ وہ رمضان مبارک کے آخری جمعے میں حاضر ہوتے ہیں تو ان میں سے بھی بہت سے لوگوں کی آپ چیخیں نکلتے دیکھیں گے۔ لیکن اس خشوع میں اور ان دلوں میں جو خشوع سے عاری ہیں بہت بڑا فرق ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت وہ خدا کی محبت میں نہیں روتے، اپنی ضرورت کے لئے روتے ہیں اور سارے سال کے جو اپنے گناہ یاد آ جاتے ہیں ان پہ روتے ہیں مگر خشوع میں رونا محبتِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ یہ بنیاد ہے اس رونے کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم محبتِ الٰہی کی وجہ سے رویا کرتے تھے اور ایک ایسا رونا ہے جو بے اختیار ہے جب ذکر چل پڑے تو آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔ ایسے آخر زمانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے جس زمانے میں ایسے دل ہونگے اور میں سمجھتا ہوں کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے ایک بہت بڑی تنبیہ ہے۔

چنانچہ پھر فرمایا، 'ایسی دعا سے جو سنی نہیں جاتی' اب میں نے ذکر کیا تھا کہ وہ دعائیں بہت مانگتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت مصیبت میں مبتلا ہو کر بظاہر روتے اور چلاتے ہیں مگر جن کے دل اللہ کی محبت کی وجہ سے رونا نہ جانتے ہوں ان کی دعائیں سنی نہیں جاتیں۔ پس فرمایا ایسی دعا سے جو سنی نہیں جاتی۔ اب آپ دیکھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لازماً اپنے متعلق بات نہیں کر رہے کیونکہ آپ کی دعا تو ہمیشہ ہر لمحہ سنی جاتی ہے۔ دعا دل میں پیدا ہونے سے پہلے بھی سنی جاتی تھی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر وہ آیات نازل نہیں ہوئیں جن میں حضرت زکریا کا ذکر تھا اور فرمایا گیا کہ "وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا" اے میرے ربّ میں نے کبھی بھی اپنی دعا کی قبولیت کے بارے میں جو تیرے حضور کی گئی ہو اپنے آپ کو بدنصیب نہیں پایا۔ ہر دعا جو کی وہ ہر دعا تو نے سنی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خود اپنے لئے ایسے دل سے کیسے پناہ مانگ سکتے ہیں۔ تو یہ مضمون متعلق ہے یہ سارا سلسلہ اسی آخری دور کا چل رہا ہے جس میں لوگ اللہ کی خشیت کی وجہ سے اور خشیت اور خشوع خضوع ان دونوں کو عرب اہلِ لغات نے ہم معنی قرار دیا ہے۔ اس پہلو سے کہ خشوع کے اندر خشیت یعنی اللہ کا خوف شامل ہے اور اس کی محبت بھی شامل ہے لیکن خشیت میں صرف محبت شامل نہیں تو خشوع ایک حاوی لفظ ہے جو بہت وسیع معنوں پر اطلاق پاتا ہے۔ اس پہلو سے ایسی دعا سے جو سنی نہیں جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یقیناً ان لوگوں کی باتیں فرما رہے ہیں جو آئندہ زمانے میں کبھی کبھی نمازوں میں گریہ وزاری کرتے ہوئے دکھائی دیں گے مگر چونکہ محبتِ الٰہی کی وجہ سے ان کی گریہ وزاری نہیں اس لئے ان کی ایک نمایاں علامت ہوگی کہ ان کی دعائیں سنی نہیں جاتیں اور سنی نہیں جائیں گی اور بڑی بھاری تعداد ایسے لوگوں کی ملتی ہے وہ دعائیں کرتے ہیں، روتے پیٹتے ہیں، مگر سنی نہیں جاتیں۔ پھر شکوہ کر کے اور بھی خدا سے دور ہٹ جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کیا فائدہ اس رونے پیٹنے کا۔ جب وہ ہماری سنتا ہی نہیں اور بعض احمق نوجوان احمدیوں میں بھی ایسے نظر آ جاتے ہیں کہیں کہیں جنہوں نے اپنے امتحان کے لئے دعائیں مانگیں اور روئے پیٹے اور آخر پہ نمازیں بھی چھوڑ بیٹھے کہ ہم نے تو دعا مانگی تھی وہ قبول نہیں ہوئی اس لئے نمازوں کا فائدہ ہی کوئی نہیں۔ تو یہ انہی سب کا ذکر ہے، انہی کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ جب امن کی حالت میں تمہیں اللہ کی محبت میں رونا نہیں آیا کرتا تھا تو اب اپنے مقصد کے لئے جو اس کے پاس جا کے چلاتے ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی دعائیں نہیں سنی جائیں گی۔ یہ قطعیت کے ساتھ پیشگوئی ہے اس لئے کوئی اس تقدیرِ الٰہی کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

پھر فرمایا ایسے نفس سے جو سیر نہیں ہوتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیری تو ایسی

سیری تھی کہ دنیا و مافیہا کا سب کچھ آپ کو عطا کیا گیا مگر آپ نے اس سے استغناء فرمایا۔ آپ کی ساری زندگی سیری کی ایسی مثال پیش کرتی ہے کہ کبھی دنیا کے کسی نبی نے ایسی مثال پیش نہیں کی۔ تو آپ فرمار ہے ہیں ایسے نفس سے جو سیر نہیں ہوتا۔ لازم ہے کہ اپنا نفس مراد نہیں ہے۔ وہی دنیا مراد ہے جس دنیا کی باتیں فرما رہے ہیں۔ یعنی آئندہ آنے والی دنیا اور وہ دنیا سیر نہیں ہوگی۔ مادہ پرست سیر ہوتا ہی نہیں وہ جتنا زیادہ مانگے اگر وہ مانگا ہوا بھی سارا اس کو دے دیا جائے تو وہ سیر نہیں ہوگا، مزید چاہے گا کیونکہ اس کی مثال جہنم کی سی ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے وہ کہے گی "هَلْ مِنْ مَّزِيْد" جب بھی خدا ایندھن جھونکے گا تو وہ پوچھے گی کہ اے خدا اور بھی کچھ ہے تو وہ بھی ڈال دے۔

پس یہ متقیوں کے نفس کی بات ہرگز نہیں ہو رہی، اولیاء کے نفس کی بات ہرگز نہیں ہو رہی، ان کے نفس کی بات بھی نہیں ہو رہی جو کچھ نہ کچھ ایمان رکھتے ہوں۔ کلیۃً ایمان سے نابلد لوگوں کی باتیں ہو رہی ہیں۔ فرمایا کہ ان کا نفس سیر نہیں ہو سکتا۔ پس ان کی دعا سنی بھی جائے تو هَلْ مِنْ مَّزِيْد کی آوازیں اٹھتی رہیں گی اور پھر، ایسے علم سے جو نفع رساں نہیں ہوتا میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس کا فائدہ دوسروں کو نہ پہنچے حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو بھی علم تھا دین کا یا دنیا کا آپ نے کلیۃً بنی نوع انسان کے لئے وقف کر دیا تھا اور اپنی امت کو بھی یہی نصیحت فرماتے رہے کہ جتنا علم ہے وہ سارا بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے خرچ کرو اور قرآن کریم ان آیات سے بھرا پڑا ہے جن کا مضمون یہ ہے کہ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جو کچھ بھی ہم ان کو دیتے ہیں وہ اس میں سے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔

تو دیکھیں یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اولیاء تو در کنار اپنی امت کے عام لوگوں کے متعلق بھی یہ خطرہ محسوس کیا ہو۔ مگر اس زمانے کے لوگ جو دنیا پرست ہو چکے ہوں گے وہ اپنے آپ کو امت سمجھیں گے مگر وہ امت ہوں گے نہیں ان کی باتیں ہو رہی ہیں اور جو دنیا میں اپنے آپ کو اپنی تمناؤں، اپنی خواہشات کو جھونک دے، اس کا علم لوگوں کے لئے نفع رساں نہیں ہوتا۔ اب اس میں بظاہر ان حالات سے جو آج کل ہیں ایک تضاد سا دکھائی دے رہا ہے۔ دنیا پرست ہی ہیں جنہوں نے اتنے علوم ایجاد بھی کئے اور اتنے علوم میں غیر معمولی ترقی بھی کی اور اس کے نتیجے میں جو کثرت سے ایجادات کی ہیں وہ ساری نفع رساں ہیں۔ آج کوئی بھی ایسی ایجاد نہیں جس کا آغاز اہل مغرب سے نہ ہوا ہو۔ اس سے بہت پہلے آپ مسلمان دانشوروں کی باتیں تاریخ میں تو پڑھتے ہیں لیکن فی زمانہ جو علم پھیلا ہوا ہے جس کے بے شمار فوائد ہیں آپ اس علم میں اہل مغرب ہی کے محتاج ہیں جو دہریت کے سب سے بڑے علمبردار ہیں جنہوں نے دنیا کو مادہ پرستی سکھائی۔

تو یہ ایک مسئلہ حل ہونے والا باقی ہے کہ ایسے علم سے جو نفع رساں نہیں کیا ان تینوں سے یہ الگ لوگ ہیں حالانکہ ایک ہی مضمون بیان ہو رہا ہے۔ درحقیقت ان کا علم نفع پہنچانے کی خاطر نہیں بلکہ نفع حاصل کرنے کی خاطر ہے۔ یہ چھوٹا سا بل دے دیں بات کو تو اصل حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ جتنے علوم دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، جتنی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں، جتنی بڑی بڑی لمبی تحقیقات ہو رہی ہیں ان سب کا آخر مقصد یہ ہے کہ ہم نفع اٹھائیں، نہ یہ کہ دنیا کو نفع پہنچائیں۔ کون سا علم ہے، کونسی سائنس ہے جو دنیا کو نفع پہنچانے کی خاطر ایجاد ہوئی ہے۔ نفع حاصل کرنے کی خاطر ہے اسی وجہ سے پیٹنٹ چلتے ہیں اور نئی دوائیں ایجاد ہوتی ہیں جو بے انتہا مہنگی مگر چونکہ ایجاد کرنے میں خرچ اسی لئے کیا گیا تھا کہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں اس لئے وہ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو تب فائدہ پہنچے جب ان کا منافع ہماری جیبوں میں داخل ہو جائے۔

چند دن ہوئے اس قسم کی بحثیں یہاں انگلستان کے دانشوروں میں اٹھائی گئیں تو بعض دانشوروں نے اصل حقیقت کو پکڑ لیا اور اتنی جرأت دکھائی کہ کھل کر بات کر سکیں۔ انہوں نے کہا اصل خرابی یہ ہے کہ ہم سب خود غرضی میں کرتے ہیں۔ آج ہمیں ایک ایسے نئے دور کی ضرورت ہے اور انہوں نے انگلستان کو دعوت دی کہ یہ دور انگلستان سے شروع ہو تو اس انقلابی دور کا سہرا انگلستان کے ہاتھ میں آجائے گا کہ وہ اپنے دل ٹٹول کر ایسی باتیں کریں، ایسی حکمت عملی بنائیں جس سے واقعۃً بنی نوع انسان کا فائدہ پیش نظر ہو اور اس کی پہچان یہ ہوگی کہ اس فائدے کے دوران اپنا نقصان بھی ہو تو اس کو برداشت کریں۔ یہ وہ مرکزی حکمت کی بات ہے جو قرآن و حدیث کے حوالے سے میں بڑی دیر سے ان کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اب یہاں سے بھی وہ آواز اٹھنے لگی ہے۔ **اس دنیا کے حالات تبدیل نہ ہو ہی نہیں سکتے جب تک اس مرکزی نکتے کو آپ نہ سمجھ جائیں کہ ایسی کوششوں، ایسی مساعی سے پناہ مانگیں کہ جو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ اپنے فائدے کے لئے ہوں۔**

پھر فرمایا، أَعُوْذُبِكَ مِنْ هٰؤُلَآءِ الْأَرْبَعِ، میں ان چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اگر ان چاروں چیزوں سے اللہ کی پناہ مل جائے تو پھر باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ جن کی دنیا ہی نہیں بلکہ آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ پس جماعت احمدیہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کیا ہم بھی جو جو کوششیں کرتے ہیں اس کا آخری مقصد محض اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا تو نہیں، کیا ہماری جستجو، ہماری تحقیقات، ہماری کوششیں اس لئے وقف ہیں کہ لوگوں کو فائدہ پہنچا کر اللہ کی رضا حاصل کریں تو یہ خشیت ہے، یہ خشوع ہے۔ **ہر چیز میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاتے چلے جائیں کیونکہ اللہ ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی خاطر اس کے بندوں سے محبت کرتے ہیں اور جو اس کی خاطر اس کے بندوں کے لئے مختلف نفع بخش تدبیریں سوچتے رہتے ہیں۔** پس آپ کا ہر علم اس کام کے لئے وقف ہو جانا چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اس نصیحت کو بڑے غور سے سمجھے گی اور اپنے پلّے باندھ لے گی۔

جہاں تک خشوع کا تعلق ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ راتوں کو چھپ کر ہی خدا کے حضور رونا خشوع ہے اور دن کو خدا کے حضور رونا خشوع نہیں ہے، یہ بات درست نہیں ہے۔ اللہ کی یاد جب دل پر قبضہ کر جائے اور انسان اس کے لئے اپنے آپ کو دنیا سے الگ کر لے تو اس وقت خشوع پیدا ہونا ایک لازمی حصہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق بھی ایسی روایات کثرت سے ملتی ہیں جن میں رات کی خشوع کا ذکر ہے۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یا دوسری امہات المومنین کی کہ رات کو چھپ کر آپ خدا کے حضور رویا کرتے تھے مگر ان روایات کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں جہاں دن کے وقت آپ کے خشوع کا ذکر بھی ملتا ہے۔ چنانچہ انہی روایات میں سے ایک روایت مسند احمد بن حنبل سے میں نے اخذ کی ہے۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ وہ باب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی آہ و بکا کے متعلق ہے کس طرح آپ گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اب دو باتیں اس میں قابل توجہ ہیں۔ آدھی رات کو اٹھ کے تو نہیں لوگ سید ہمارسول اللہ ﷺ کے خلوت خانوں میں چلے جایا کرتے تھے۔ یہ تو نا ممکن ہے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پھر دوسری بات یہ کہ وہ پبلک جگہ تھی غالباً مسجد تھی جہاں ہر کس و ناکس جا سکتا تھا۔ تو حضرت مطرفؓ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے سینہ مبارک سے اللہ تعالیٰ کے حضور رونے کی وجہ سے ہنڈیا کے ابلنے کی جیسی آواز آرہی تھی۔ پس یہ جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے یہ نقشہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے رونے کے متعلق بیان فرمایا ہوا ہے جو رات کے وقت تھا۔ دن کو بھی آپ کے سینۂ مبارک کا یہی حال ہوتا تھا۔ اور بعینہٖ وہی لفظ ایک اور راوی جس نے دن کو آپ کو دیکھا استعمال کر رہا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے بہتر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے قلب کی حالت کے بیان کے لئے اور کوئی محاورہ نظر نہیں آتا۔ جو محاورہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سوجھا بعینہٖ وہی محاورہ حضرت مطرف کے والد نے استعمال فرمایا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آپ کے سینۂ مبارک سے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز جیسی آواز آرہی تھی۔

پس نمازوں میں اس قسم کا رونا اختیار کرنا چاہئے۔ مگر جب میں کہتا ہوں 'اختیار کرنا چاہئے' تو اس کے نتیجے میں مجھے ایک خوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس حالت میں بھی گریہ وزاری کر رہے تھے دکھانا مقصود نہیں تھا اور سنانا مقصود نہیں تھا لیکن بعض دفعہ لوگوں کے رونے کی اور چلانے کی آواز اس طرح آتی ہے کہ گویا وہ خدا کی طرف توجہ کرنے سے زیادہ اپنی توجہ مبذول کروا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں آوازوں کو دبانا چاہئے۔ یہ مثال ہے اصل میں اس کے اندر یہ مضمون داخل ہے۔ ہنڈیا کے ابلنے کی آواز جب قریب جاؤ تو آیا کرتی ہے۔ دوسرے ہنڈیا کی چیخوں کی آواز آپ نہیں سنا کرتے۔ پس وہ چیخ و چہاڑ جو بعض لوگ نمازوں میں مچاتے ہیں وہ تو سب نماز پڑھنے والوں کی نمازیں خراب کر دیتی ہیں۔ جب

نمازوں کے علاوہ کوئی دعا ہو اور اس میں بے اختیار چیخ نکل جائے تو اس پر کوئی حرف نہیں لیکن خصوصیت سے نماز کے وقت چیخوں سے اجتناب لازم ہے کیونکہ اس سے دوسرے تمام نمازیوں کی نماز خراب ہو جاتی ہے اور یوں لگتا ہے کہ صرف چند ہی ہیں جو رونے پیٹنے والے ہیں باقی سب کو خشوع کا علم ہی کچھ نہیں۔ یہ غلط ہے۔

اس لئے ہنڈیا کے ابلنے کے مضمون کو پیش نظر رکھیں اور یاد رکھیں جب دل میں گڑگڑاہٹ اٹھتی ہے تو قریب کے لوگوں کو اس کی آواز بھی آجائے گی مگر اس وقت اپنے اوپر ضبط کرنا اور چیخیں نہ مارنا بتا رہا ہے کہ جو گڑگڑاہٹ کی آواز ہے وہ بے اختیاری کی حالت ہے اس کو دبایا جا ہی نہیں سکتا۔ جس طرح وہ آنسو جو بے اختیار نکل آئیں ان کو لوگ آخر دیکھ ہی لیتے ہیں مگر جن پہ کوئی اختیار نہ رہے وہ آنسو ہیں جو خدا کی محبت میں بہنے والے آنسو ہیں از خود پھوٹتے ہیں اور پھر دیکھنے والے دیکھتے بھی ہیں۔

ایک اور روایت حضرت ابو امامہؓ سے اخذ کی گئی ہے یعنی ان کی یہ روایت ہے۔ ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ اب دو قطرے اور دو نشان کتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ مگر اللہ کی پسند کیا ہے۔ دو قطرے اور دو نشان۔ یہ قطرے جس کو نصیب ہو جائیں وہ فلاح پا جائے گا۔ اور یہ نشان جس کے بدن پر لگ جائیں وہ یاد رکھے کہ ہمیشہ اللہ ان نشانات کو پیار اور محبت سے دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کو تو ہم سے کچھ بھی نہیں چاہئے سوائے سچے عشق اور سچی محبتوں کی علامتوں کے۔ ہمیں اس سے سب کچھ چاہئے۔ پس جب وہ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بھی اتنی قدر فرماتا ہے آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز بھی پیاری نہیں۔ اس سے اندازہ کریں کہ ہم اپنی زندگی کو اس طرح ڈھال سکتے ہیں کہ ہر حال میں زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی نظر ہم پر پڑتی رہے۔

قطرے تو ضروری نہیں ہمیشہ جاری رہیں مگر ساتھ ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان نشانوں کا ذکر فرما دیا جو ہمیشہ رہتے ہیں تو اللہ کبھی بھی آپ سے غافل نہیں رہتا حالانکہ آپ بسا اوقات اللہ سے غافل ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ اس پہلو سے بہت ہی دلچسپ حدیث ہے اب میں اس کی تفصیل پڑھ کے سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے آنسوؤں کا قطرہ۔ 'ایک قطرہ' جو زندگی میں کبھی کبھی بھی بہایا جا سکتا ہے فرمایا اللہ کو وہ قطرہ عزیز ہے۔

دوسرا خدا تعالیٰ کی راہ میں بہایا جانے والا خون کا قطرہ۔ یعنی جو شہید ہو جاتے ہیں ان کے تو سارے خون بہہ جاتے ہیں مگر اللہ کی راہ میں اگر خون کا ایک قطرہ بھی بہے تو وہ قطرہ بھی اللہ کو عزیز ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ شہداء کا خون جو بہتا ہے وہ خدا کو کیسا عزیز ہوگا۔ پس یہ خون کا قطرہ تو ہر ایک کو نصیب نہیں ہے جو خدا کی راہ میں بہایا جائے۔ آنسوؤں کا قطرہ نصیب ہوتا ہے مگر وہ بھی ہمیشہ نہیں اور یہ خون کا قطرہ تو کچھ خوش نصیبوں ہی کو ملا کرتا ہے۔ چنانچہ **جماعت احمدیہ پاکستان پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان اور بڑا فضل ہے کہ وہاں ہزارہا ایسے احمدی ہیں جن کو خدا کی راہ میں کچھ خون بہانے یا کم سے کم خون کا ایک قطرہ بہانے کا موقع ضرور عطا ہو گیا ہے۔** اس پہلو سے یہ ایک عظیم سعادت ہے جس کی کوئی مثال آپ کو دنیا میں دکھائی نہیں دے گی کہ اس کثرت سے ایک قوم ہو جس میں ہزارہا لوگوں کو اللہ کی خاطر اپنا خون بہانے کی سعادت نصیب ہو گئی۔

اس کے برعکس آپ کو دنیا میں اور بھی بہت سے فوج کش مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو آپس میں بھی لڑتے ہیں اور بعض دفعہ دوسروں کے خلاف بھی فوج کشی کرتے ہیں یا فوج کشی نہیں بھی کرتے تو فساد برپا کرنے کے لئے بم کے دھماکے ضرور کر دیتے ہیں۔ جو ظلم کرنے والے یا فوج کشی کرنے والے ہیں ان کے خون کے قطروں کا یہ ذکر نہیں ہے، نہ ان خون کے قطروں کا ذکر ہے جن کو بعض ظالموں نے اڑا دیا کیونکہ خدا کی خاطر ایسا نہیں کیا گیا۔ یاد رکھیں یہاں خدا کی خاطر قطرہ بہانے والوں کا ذکر ہے۔ پس اس پہلو سے اگر آپ طالبان کی بات کریں تو طالبان جو خون بہاتے ہیں وہ خدا کے منشاء کے خلاف بہاتے ہیں۔ اس لئے ان کا اپنا بہنے والا خون کیسے خدا کی رضا جوئی کا موجب بن سکتا ہے جن کی زندگیاں وقف ہوں لوگوں پر ظلم کرنے کے لئے اور ناحق خون بہانے کے لئے۔ اگر اس سلسلے میں ان کا خون بہتا ہے تو ضائع ہو رہا ہے۔ وہ زمین کو گندہ کر رہا ہے کیونکہ ہر وہ خون کا قطرہ جو خدا کی منشاء کے خلاف بہایا جائے وہ اس کی ناراضگی کا موجب ہوتا ہے اس کی رضا جوئی کا موجب نہیں ہوتا۔

پس ایسی مثالوں سے آپ معاملے کو مشتبہ نہ ہونے دیں۔ ایسے لاکھوں ہیں جو اس طرح بظاہر خدا کی خاطر جہاد کرنے کے لئے نکلتے ہیں لیکن ان کے جہاد کے مقصد فتوحات ہیں جو سیاسی فتوحات ہیں، ان کے جہاد کے مقاصد میں اگر دینی فتوحات ہیں تو ایسی فتوحات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے علم میں بھی نہیں تھیں کہ ایسی فتوحات کو اسلامی کہا جا سکتا ہے۔ ٹیریٹوریل (Teritorial) یعنی جغرافیائی فتوحات ہیں۔ اور جہاں یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کی خاطر لڑ رہے ہیں وہاں اسلام کو جبراً نافذ کرنے کی کوشش میں لڑتے ہیں۔ اب یہ جبراً اسلام کا نفاذ جو ہے یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت سے اس طرح ٹکرا رہا ہے کہ آپس میں کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی آیت سے ٹکرا رہا ہے، لکم دینکم ولی دین کی آیت سے ٹکرا رہا ہے۔

پس یہ اچھی طرح پیش نظر رکھ لیں کہ **خدا کی خاطر دین کو جبراً نافذ کرنا خدمت دین نہیں ہے۔ یہ دین سے شدید دشمنی ہے۔** کیونکہ جن لوگوں پر جبراً دین نافذ کیا جائے ان کے دل میں دین سے سخت تنفر پیدا ہوتا ہے اور وہ ایسے ملکوں سے بھاگتے ہیں جہاں یہ ہو رہا ہے۔ بہت سے پناہ گزین آپ کو جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں افغانستان سے بھاگے ہوئے جرمنی یا دوسرے ملکوں میں ملتے ہیں ان سے آپ پوچھ کے دیکھ لیں وہ خدا کے نام پر جبر سے بھاگے ہیں اور ان کو اس جبر نے دینی پہلو سے ذرہ بھی فائدہ نہ دیا۔ اگر وہ تلوار سے ڈر کر کوئی عبادات بظاہر خدا کی خاطر بجا لا رہے ہوں وہ تو تلوار کی عبادات ہیں، ان کا خدا سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جب بھاگتے ہیں تو ایسی قوموں کی طرف بھاگتے ہیں جن کا واقعۃً خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی خدا کے نام پر جبر تو نہیں کرتے مگر ایسے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جو خدا سے ڈر کے بھاگے ہوئے ہوں یا خدا والوں سے ڈر کر بھاگے ہوئے ہوں اور اس کے نتیجے میں کلیۃً مادہ پرست بنا دیتے ہیں۔ پس ایسی قوموں کا میں نے مطالعہ کیا ہے، خصوصاً جرمنی میں بکثرت آباد ہیں، وہ اکثر پھر مادہ پرست ہو جاتی ہیں اور اگر دین نام کی کوئی چیز ان کے اوپر مسلط بھی ہو تو وہ بھی جبری دین ہے۔ پس یہ چیزیں دین کا حلیہ بگاڑنے والی چیزیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس قطرۂ خون کی باتیں کر رہے ہیں ان کا آج کی دنیا میں مسلمانوں میں بھی نشان دکھائی نہیں دیتا۔ اگر ہے تو ان احمدیوں پر اطلاق ہونے والا یہ فرمان نبوی ہے جن کا روزانہ دین کے رستے میں خدا کی خاطر خون بہایا جاتا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب پاکستان میں کسی نہ کسی طرح احمدیوں کا خون نہ بہایا جا رہا ہو۔ عوام ان کو مارتے ہیں، مولوی اٹھاتے ہیں ان عوام کو کہ ان کو مارو، ان پر پتھراؤ کیا جاتا ہے، ان کو گلیوں میں گھسیٹا جاتا ہے، ان پر چاقوؤں سے حملے کئے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن اس سے بہت زیادہ چیزیں اس قوم کو خدا تعالیٰ سبق کے طور پر دکھلا بھی رہا ہے اور احمدیوں کو یہ فرق پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ان کے قطرے تو خدا کے ہاں مقبول ہیں لیکن جن کے خون ٹنوں کے حساب سے بہائے جا رہے ہیں ان کا ایک بھی قطرہ خدا کو مقبول نہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ ان میں نہیں بلکہ ان میں شامل ہیں جو خدا کی خاطر خون بہاتے ہیں۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس حدیث کو میں دوبارہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا دوسرا خدا تعالیٰ کی راہ میں بہایا جانے والا خون کا قطرہ، اور خون کا ایک قطرہ محاورۃً اس بات کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے کہ بہت کم خون بہانے والے ہونگے۔ وہ آئندہ زمانہ جس کی باتیں ہو رہی ہیں ان میں شاذ ہی خدا کی خاطر خون کے قطرے آنکھوں سے بہیں گے یا جسموں سے بہیں گے تو جب ایک چیز کم ہو جائے تو اس کی قدر بڑھ جایا کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے اس حدیث کا یہ معنی ہوگا کہ جس دور میں اللہ کے نزدیک اللہ کی خاطر خون بہانے والے بہت کم رہ جائیں گے تو اللہ قطرے قطرے پر پیار کی نظر رکھے گا۔ اگر پیاسا ہو تو وہ بعض دفعہ شبنم کا ایک قطرہ بھی چاٹتا ہے خواہ اس سے پیاس بجھے نہ بجھے مگر اللہ نے تو محبت سے اس کو چنا ہے پیاس بجھانے کی خاطر تو نہیں۔ اس لئے قطرے قطرے پر نظر رکھے گا۔ اس خون کے قطرے پر جو خدا کی خاطر بہایا جا رہا ہے۔

لیکن جو دوسری بات میں نے کہی تھی وہ نشان، وہ نشان کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پیشانی پر جو نشان پڑتا ہے یہ وہ نشان ہے جو خدا کی خاطر لگایا جاتا ہے۔ بعض لوگ نہ بھی کوشش کریں تو کبھی ان کے نشان پڑ بھی جاتا ہے۔ مگر ایک نشان ہے جو خالصۃً اللہ کی عبادت کرنے والوں کے جسم پر بھی پڑتا ہے اور عام عبادت کرنے والوں کے جسم پر بھی پڑتا ہے اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں نے دکھاوے کی خاطر یہ نشان ڈالا اور فلاں شخص نے للّٰہی محبت کی وجہ سے یہ نشان پڑنے دیا اور یہ نشان ہے جو پاؤں

پر ہے، ماتھے پر نہیں۔ جتنے نماز پڑھنے والے ہیں کوئی بھی ہوں دکھاوے کی پڑھتے ہوں یا سچی پڑھتے ہوں ان کے پاؤں کے اوپر ایڑی کے نیچے ایک گٹہ ساضرور پڑتا ہے اور یہ گٹہ جو ہے یہ اگر پہچان کے دیکھیں غور سے تو آپ کو اپنے پاؤں پہ بھی ضرور دکھائی دے گا اور باقی سب لوگوں کے پاؤں پر بھی دکھائی دے گا۔

تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ فرمان سنیں۔ خدا تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کے نتیجے میں پڑنے والا نشان۔ اب فرائض کی ادائیگی میں یہاں ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عبادت کا ذکر نہیں فرمایا اس لئے وہ مضمون بھی جو میں نے بیان کیا ہے درست ہے اس پہلو سے کہ خدا کی طرف سے عائد کردہ فرائض کے سلسلے میں پڑتا ہے لیکن اور بھی بہت سے فرائض ہیں۔ اب دنیا میں جتنے بھی محنت کرنے والے ہیں ان کے ہاتھوں پر نشان پڑ جاتے ہیں مگر جو اللہ کے لئے وقار عمل کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پہ نشان پڑتے ہیں۔ تو دونوں نشانوں میں ایک فرق ہے۔ اللہ فرماتا ہے جو میری خاطر کام کرتا ہے اس کے بدن پہ جہاں بھی نشان پڑے گا وہ لازم نہیں کہ پاؤں پر ہی پڑے جہاں بھی پڑے گا اللہ اس کو پیار سے دیکھے گا۔ تو آپ میں سے لاکھوں احمدی ہیں جن کو خدا کی خاطر وقار عمل کی توفیق ملی ہے۔ انگلستان میں بھی بڑی بڑی عمارتیں جماعت احمدیہ نے وقار عمل کے ذریعے تعمیر کی ہیں اور ہر سال خدام کا اجتماع ہو یا انصار کا یا لجنات کا دیکھیں کتنی محنت کرنی پڑتی ہے۔ جلسہ سالانہ پر بھی بعض لوگوں کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے کہ سارا سال وہ کام کرتے ہیں اور اگر وہ غور کر کے دیکھیں تو اس محنت کے نتیجے میں لازماً ان کے جسم پر کوئی نشان پڑ جاتے ہیں۔ ایسے نشان جب پڑ جاتے ہیں جن کی طرف ان کو جب تک توجہ نہیں دلائی گئی توجہ ہوئی ہی نہیں ہوگی۔ لیکن اللہ کی ان کی طرف توجہ ہے۔ کتنا مہربان ہے، کس قدر اپنے بندوں پر پیار اور محبت کی نظر ڈالنے والا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ ان نشانوں کو دیکھتا ہے اور محبت کرتا ہے ان سے اور ایسے نشانوں سے زیادہ اس کو کوئی نشان عزیز نہیں جو خدا کی خاطر پڑ گئے ہوں۔ اس 'خدا کی خاطر' لفظ نے پاؤں کے نشانوں کو بھی دوسرے لوگوں کی عبادت سے ممتاز کر دیا کیونکہ جن کی عبادت خالصۃً للہ نہیں ان کے نشان بھی للہ نہیں اور ایک ایسا امتیاز کر دیا جو کھلم کھلا ہر ایک کو دکھائی دے سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی خاطر وقار عمل کرنے والوں کی دنیا میں ایک ہی جماعت ہے جو جماعت احمدیہ ہے۔ دوسرے لوگ جو کام کرتے ہیں بعض دفعہ جہاد کے نام پر بھی ان کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے لیکن جو جہاد ہی اللہ کے ہاں مقبول نہ ہو اس کو جہاد کا نام تو دیا گیا ہو مگر وہ محض دنیا میں ایک فساد پھیلانے کا ذریعہ بنا ہوا ہو اس سلسلے میں جتنے نشان پڑتے ہیں وہ الگ ہیں۔ میں جن نشانوں کی بات کر رہا ہوں وہ بالکل الگ نشان ہیں اور کسی ہنگامی خطرے کے وقت کے وہ نشان نہیں ہوتے۔ اب خدا کو کون سا خطرہ ہے، کونسی مصیبت پڑی ہوئی ہے کہ وہ دوڑے جائیں اور اللہ کی خاطر کدالیں اٹھالیں۔ یہ جو دوسرے نشان ہیں یہ ہمیشہ خطروں کی علامتیں ہیں۔ جب بڑے بڑے بند لگانے پڑتے ہیں سیلابوں کے خطرے سے، جب فوجوں کو خطرہ درپیش ہو وہ کھدائی کرتی ہیں اپنے مورچوں کی تو یہ اور مضمون ہے۔ ہر جگہ اپنے نفس کا بچاؤ شامل ہے اس میں، لیکن جن خدام کو بلایا جاتا ہے یا جن انصار کو وقار عمل کے لئے بلایا جاتا ہے، لجنات کو بلایا جاتا ہے، ان کو دنیا سے کون سا خطرہ ہے جس سے پناہ ڈھونڈتے ہوئے وہ ان خدمتوں کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ نہ آئیں تو امن سے گھر میں بیٹھیں گے کوئی دباؤ نہیں، کوئی قانون نہیں جو ان کو مجبور کر رہا ہو اور جماعت کی طرف سے تحریص ہے صرف، دعوت ہے کہ آجاؤ، نہ آؤ تو کوئی گناہ نہیں۔ جماعتی کاموں، جماعتی خدمتوں سے ان کو ہرگز محروم نہیں کیا جاتا اس جرم میں کہ وہ وقار عمل میں شامل نہیں ہوئے۔

پس یہ باریک فرق ہیں جن کو آپ پیش نظر رکھیں تو میرا یہ دعویٰ بالکل درست ثابت ہوگا کہ **اللہ کی خاطر جن نشانوں کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ نشان آج احمدیوں کے لئے مخصوص ہو چکے ہیں اور بڑی بھاری سعادت ہے۔ پس آپ بھی کبھی کبھی ان نشانوں کو پیار سے دیکھا کریں جن کو خدا پیار سے دیکھتا ہے** اور اس دیکھنے کا لطف ہی کچھ اور ہوگا۔

اب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک اور حدیث مُسلم کتابُ الزّکوٰۃ بابُ فَضلِ اخفَاءِ الصَّدَقَۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا، جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔ یہ حدیث بظاہر قیامت سے تعلق رکھتی ہے یعنی اخروی زندگی میں جو حشر برپا ہوگا لیکن اس دنیا میں بھی ایسے مواقع آتے ہیں قومی سطح پر اور بعض دفعہ عالمی سطح پر جبکہ کوئی سایہ خدا کے سائے کے سوا پناہ نہیں دے سکتا بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ بعض سائے مضر ہونگے، بعض سائے ایسے ہونگے جو ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہونگے۔

اب یہ سائے کا مضمون جو ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے وہ دو معنے رکھتا ہے۔ ایک ان قوموں کا سایہ جن کے سائے تلے آپ دنیاوی منفعت کی خاطر آگئے ہوں۔ ان کا سایہ عالمی خطرات کے وقت آپ کو ہمیشہ جہنم میں جھونکے گا۔ جب جنگ عظیم ثانی ہو رہی تھی تو برطانیہ کے سائے میں جتنے ممالک تھے وہ سارے اپنے باشندوں کو آگ کی جہنم میں جھونک رہے تھے تو وہ سایۂ امن دینے والا سایہ تو نہیں تھا۔ وہ تو خطرات پیدا کرنے والا سایہ تھا اور اس کے علاوہ بھی بظاہر وہ سایہ جو اقتصادی سایہ ہو، اقتصادی خطروں سے پناہ دیتا ہے مگر اگر آپ غور سے دیکھیں تو اس سائے میں آپ کی رہی سہی دولت بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ جس قوم نے بھی اس سائے کو قبول کیا ہے اس سائے نے ان کو کبھی امن نہیں دیا۔ وہ ہمیشہ ایک بدحالی سے دوسری بدحالی کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں ان کا سارا مال وزر لوٹ لیا جاتا ہے بظاہر اقتصادی چھتری کے نتیجے میں۔ تو قرآن کریم نے جس سائے سے ڈرایا ہے اس میں یہ ڈراوا بھی شامل ہے کہ اللہ تمہیں اس سائے سے ڈراتا ہے جس کے نیچے کوئی امن نہیں ہوگا وہ تباہ و برباد کرنے والا سایہ ہوگا۔

دوسرا وہ سایہ جو دھوئیں کی طرح اٹامک وارفیئر کے وقت اٹھتا ہے وہ بھی بعینہٖ اس وقت کا سایہ ہے جس میں سوائے اللہ کے سائے کے کوئی سایہ امن نہیں دے سکتا اور ایسے خطرات اب دن بدن قریب آرہے ہیں۔ عالمی لحاظ سے بھی قریب آرہے ہیں اور بعض ممالک کے لحاظ سے بھی قریب آرہے ہیں۔ یہ سارا جو ریجن ہے یعنی وہ خطہ جس میں ایران، افغانستان، پاکستان، ہندوستان، کشمیر وغیرہ یہ سب شامل ہیں ان سب خطہ ہائے ارض پر وہ سایہ منڈلا رہا ہے اور بعید نہیں کہ کسی وقت یہ سایہ اپنا ظلم ان پر برسانے لگے۔ فرمایا، جو ایسے سائے سے بھی پناہ مانگتا ہو اس کو اللہ تعالیٰ امن دے دے گا کیونکہ جو یہ سات صفات اپنے اندر رکھتا ہے اس کو ایسے ہر سائے سے بچا کر اللہ اپنے سائے تلے لے آئے گا۔ یہ خوش خبری ہے جو خاص طور پر ملحوظ رکھنے والی ہے۔ اس لئے اب میں ان سات صفات کا ذکر کرتا ہوں جن کو اپنانے کے نتیجے میں دنیا کے خطرناک سایوں سے اللہ کا سایہ انسان کو پناہ دے گا۔

فرمایا اول امام عادل۔ اب بتائیں کہیں ہے امام عادل جو آپ کو دکھائی دیتا ہو، وہ قوم کا سربراہ جو عادل ہو میں نے تو دنیا میں ہر طرف نظر دوڑا کے دیکھا ہے، مجھے تو کہیں عادل سربراہ دکھائی نہیں دیتا۔ تو مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی وہ مقام وہ خطہ واقع نہیں جس کو اللہ کا سایہ بچائے کیونکہ پہلی شرط امام عادل کی ہے اور دراصل امام عادل کا سایہ ہی اللہ کا سایہ ہوا کرتا ہے۔ اردو محاورہ تھا بادشاہ کو ظل اللہ کہا کرتے تھے اللہ کا سایہ، مگر اس وقت بادشاہت کی تعریف اور ہوتی تھی۔ بادشاہت کی تعریف میں عدل داخل سمجھا جاتا تھا، اس کا ایک لازمی جزو سمجھا جاتا تھا اس وقت اسے ظلِ اللہ کہتے تھے۔ اب تو ان دنیاوی عادلوں کو امیر المومنین یا ظل اللہ کہنا خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی گستاخی ہے۔ ایسی بھیانک تصویر ابھرتی ہے ان کے عدل کی کہ اس کے بعد ایسے لوگوں کو امیر المومنین قرار دینا تو حیرت انگیز بات ہے۔ کہتے ہیں جیسی روح ویسے فرشتے جیسا امیر المومنین ویسے ہی مومنین ہونگے اور واقعۃً ہیں۔ تو عدل سے عاری امیر ہوں جہاں وہاں اللہ کے سایہ کے پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کا سایہ بھی مہلک اور جس نام پر وہ سایہ ڈال رہے ہیں اس نام کی شمولیت کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ مہلک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جو اللہ کا سایہ نہ ہو اور مہلک ہو اسے اللہ کا سایہ قرار دیا جائے تو یہ خدا کے غضب کو بھڑکانے کے لئے ایک اور وسیلہ بن جاتا ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ اللہ کے پیار کی نظر پڑے اور وہ اپنا سایہ پھیلا دے، برعکس مضمون ہوگا۔ اب آگے چونکہ چھ اور باقی رہتے ہیں اس لئے انشاء اللہ ان کا ذکر اگلے خطبہ میں شروع کروں گا۔ کچھ اور بھی احادیث ابھی باقی ہیں۔

◉◉◉☾☾☾☾☾☾☾☾◉◉

ہندوستان میں اس سال (۱۰۲۰) نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ۔ ۱۴ نئی مساجد کی تعمیر

۲۷ مساجد بنی بنائی عطا ہوئیں۔ ان کی اس سال کی بیعتوں کی تعداد ۱۷ لاکھ دس ہزار ۳۴۴ ہے

غانا میں امسال ۱۲۹ نئے مقامات میں احمدیت کا نفوذ۔ ۱۳۰ مساجد کا اضافہ

آئیوری کوسٹ میں اس سال (۱۵۰) نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ۔ ۴۲۶ مساجد کا اضافہ

بورکینا فاسو میں اس سال (۶۷۷) مقامات پر پہلی بار احمدیت کا پودا لگا۔ ۸۱۰ مساجد کا اضافہ

دعوت الی اللہ کے ثمرات اور اس سلسلہ ظاہر ہونے والے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر مشتمل معجزات و نشانات کے تعلق میں بعض ممالک کا خصوصی ذکر

(سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز کے دوسرے اجلاس سے خطاب کا خلاصہ)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

دعوت الی اللہ کا اجمالی ذکر اس سے پہلے صفحات میں کیا جا چکا ہے لیکن عملاً خدا کے فضل سے دعوت الی اللہ کی راہ میں کیا کیا معجزات رونما ہوئے ہیں اور کیا نشان ظاہر ہو رہے ہیں ان کی چند مثالیں ملک وار آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔ ایک تو ان کو سن کر احباب جماعت کے ایمان بڑھیں گے۔ دوسرے اعداد و شمار کے ذکر والے دن بہت سے لوگ پوری توجہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ جب دلچسپ واقعات ان کو سنائے جائیں تو پھر ہمہ وقت ان کی توجہ قائم رہتی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مگر مجھے تو لگ رہا ہے کہ خدا کے فضل سے پہلے ہی سے جماعت کی توجہ پوری طرح قائم ہے اور نظر آ رہا ہے کہ سب لوگ خدا کے فضل کے ساتھ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔

ہندوستان:

حضور نے فرمایا کہ: ہندوستان میں امسال ۱۰۲۰ نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ ہوا ہے جن میں سے ۱۸۷ مقامات پر باقاعدہ نظام جماعت قائم ہو چکا ہے۔ ہندوستان گزشتہ سال کی طرح امسال بھی نئے علاقوں میں نفوذ اور جماعتوں کے قیام کے لحاظ سے ساری دنیا میں سر فہرست ممالک میں شامل ہے۔ ہندوستان میں بنی بنائی مساجد بھی عطا ہو رہی ہیں۔ امسال ایسی ۲۷ مساجد عطا ہوئی ہیں۔ نئی مساجد کی تعمیر کا منصوبہ بھی جاری ہے۔ دوران سال ۱۴ نئی مساجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہے۔ ۹ تبلیغی مراکز کا اضافہ ہوا ہے۔ تبلیغی مراکز کی کل تعداد ۸۳ ہو گئی ہے۔

ہندوستان کو امسال دعوت الی اللہ کے میدان میں غیر معمولی کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ ان کی بیعتوں کی مجموعی تعداد سترہ لاکھ دس ہزار ۳۴۴ ہے۔ جبکہ گزشتہ سال یہ تعداد چھ لاکھ ۹۴ ہزار ۹۴۴ تھی۔ گویا اس سال دگنے سے بھی اضافہ ہوا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اللھم زد و بارك وثبت اقدامھم۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ علاقہ وار قابل ذکر امور کے تعلق میں مولوی تنویر احمد خادم صاحب نگران دعوت الی اللہ ہماچل بیان کرتے ہیں:

"مکرم بدرالدین صاحب صدر جماعت احمدیہ ضلع اُونہ کا ایک رشتہ دار جس کا نام مولوی بشیر احمد ہے اور پاکستان میں رہتا ہے اس کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہماچل انڈیا میں رہنے والے ان کے رشتہ دار احمدیت میں شامل ہو گئے ہیں تو اس نے پاکستان کے مولویوں سے اس بات کا ذکر کیا جس پر مولوی چنیوٹی نے پندرہ ہزار روپیہ نقد دے کر اور ویزے لگوا کر اسے ہماچل اس وعدہ کے ساتھ بھجوایا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو احمدیت سے توبہ کروائے۔ اس طرح مولوی بشیر پندرہ روز کا ویزہ لے کر ہماچل آیا۔ دن رات اس نے نو احمدی رشتہ داروں کے ساتھ بحث کی لیکن نو مبایعین نے خدا کے فضل سے احمدیت کی صداقت پر عمدہ دلائل دئے۔ جب اس کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ملی تو پریشانی کے عالم میں وہ سگریٹ پر سگریٹ پھونکتا رہا۔ اس طرح وہ ایک ایک دن میں کئی کئی ڈبیاں سگریٹ کی استعمال کرتا تھا۔ ہر ملنے والا اس کی یہ حالت دیکھ کر یہی کہتا تھا کہ اس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔ بالآخر وہ یہاں سے ناکام و نامراد واپس گیا اور جاتے وقت اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ مجھے مولوی منظور چنیوٹی نے ویزہ لگوا کر دیا اور ساتھ ۱۵۰۰۰ روپے نقد اور بہت سے حوالہ جات کی فوٹو کاپیاں بنوا کر دیں مگر افسوس ہے کہ میں یہاں سے ناکام لوٹ رہا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ منظور چنیوٹی بھی کتنی ڈھیٹ ہڈی ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی طرح اس کی بھی جوتیاں گھس گئی ہیں جماعت کو روکتے روکتے لیکن احباب جماعت کی جوتیاں گھس گئی ہیں جماعت میں آتے آتے خدا کے فضل سے۔

محمد شفیع صاحب صوبائی امیر کرناٹک انڈیا بیان کرتے ہیں کہ:

"شہر کے ایک علاقہ میں ہمارے ایک نو احمدی دوست کی محلہ کی مسجد کے مولوی نے شدید مخالفت کی یہاں تک کہ ان کے ہندو مالک مکان کو مقامی مسجد میں بلوا کر ڈرایا دھمکایا گیا کہ وہ اس احمدی سے مکان خالی کروا لیں۔ اس دوران یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ آئندہ جمعہ کا خطبہ جماعت اور اس نو احمدی کے خلاف دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس مولوی کے مقدر میں کچھ اور ہی فیصلہ لکھ رکھا تھا۔ یہ مولوی اپنے گھر سے مسجد کے لئے روانہ ہوا کہ راستہ میں ایک سکوٹر نے ٹکر مار دی۔ شدید زخمی ہوا اور دو دن زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔ نو مبایعین نے مخالفین سے کہا کہ یہ تو ابھی ابتداء ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ اس پر مخالفین نے شدید رد عمل کا اظہار کیا اور کہا کہ اچھا ہم اس عالم کی تدفین کے بعد تم سے انتقام لیں گے۔ یہ سارے شریر جنازہ کے ساتھ کار پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں کار الٹ گئی اور اس میں موجود سارے مخالفین احمدیت شدید زخمی ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے واپسی پر انتقام کی تعلّی کرنے والوں کو خود ہی عبرت کا نشان بنا دیا"۔

منیر احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ بھارت لکھتے ہیں:

"جماعت احمدیہ ضلع بیجاپور کا ایک شخص جس کا نام اسحاق انگڑی تھا اور وکالت کرتا تھا احمدیت کا شدید ترین مخالف تھا۔ جہاں بھی احمدیت کا وفد جاتا اور تبلیغ کرتا یہ وکیل وہاں پہنچ جاتا اور جماعت کے خلاف لوگوں کو اکساتا اور مخالفت میں شدت پیدا کر دیتا تھا۔ وکیل کا علاقہ میں اچھا اثر و رسوخ تھا۔ اس لئے تمام لوگ اس کی بات ماننے پر مجبور ہوتے تھے۔ ایک روز صوبہ کرناٹک کے امیر صاحب نے ایک مجلس میں عبدالجبار ملّا کی وساطت سے اس وکیل کو خدا کے عذاب سے ڈرایا اور ملّا صاحب کو کہا کہ وکیل کو جا کر سمجھا دو کہ خدا کے دین کی مخالفت چھوڑ دے ورنہ خدا کی گرفت قریب ہے۔ وہی عذاب اور گرفت ہے جس سے صدر پاکستان ضیاء الحق بھی بچ نہ سکا۔ لیکن اس کے باوجود وکیل نے اپنی مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا۔

ایک دن یہی مخالف احمدیت اپنے نو آدمیوں کے ساتھ اپنی گاڑی میں سفر پر تھا۔ اس کو جلد پہنچنا تھا۔ ڈرائیور کو کہنے لگا کہ گاڑی تیز چلاؤ۔ گاڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی کہ اچانک سامنے سے ایک ٹرک آیا جس کے نتیجہ میں گاڑی اپنا توازن کھو بیٹھی۔ وکیل انگڑی نے اپنی جان بچانے کے لئے دروازہ کھول کر اچانک چھلانگ لگا دی جس کے نتیجہ میں اس کا سر سنگلاخ زمین پر ٹکرا کر چکنا چور ہو گیا۔ باقی گاڑی کو خدا نے بچا لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جس کو مارنا تھا اپنے بچنے کی کوشش میں ہی وہ مارا گیا۔ اس طرح یہ احمدیت کا دشمن خدا کی گرفت کا شکار ہو کر ایک عبرتناک نشان بن گیا"۔

صوبائی امیر آندھرا پردیش لکھتے ہیں:

"گزشتہ سال قادیان کے جلسہ سالانہ پر مخالفین کی طرف سے روکیں ڈالنے کے باوجود دس ہزار نو مبایعین نے شرکت کی تھی۔ آندھرا سے بھی نو مبایعین کو جلسہ پر جانے کے لئے بہت روکا گیا اس کے

باوجود لوگوں نے شرکت کی۔ ایسے ہی ایک زیر تبلیغ معمر بزرگ لال محمد آف راجم پالم ویسٹ گوداوری جائزہ لینے کی غرض سے قادیان کے جلسہ سالانہ پر قافلے کے ساتھ گئے اور وہاں جاکر مخالفین کے غلط پراپیگنڈہ کے برعکس خالص اسلامی ماحول میں نمازوں، ذکر الٰہی اور اسلام کی تعلیمات پر مشتمل تقاریر وغیرہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ قادیان ہی سے ارادہ کر لیا کہ واپس جاکر اپنے گاؤں کے تمام افراد کے ساتھ جو ان کے زیر اثر تھے بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ واپس آکر اپنے گاؤں والوں کو قادیان کی روئیداد سنا کر بیعت کرنے کی تحریک کی تو سارا گاؤں اس بزرگ کے ساتھ جماعت میں داخل ہو گیا۔ پھر موصوف کو تبلیغ کا اس قدر شوق پیدا ہوا کہ آئے دن معلمین کو ساتھ لے کر دورے کرتے رہتے ہیں اور اب تک ۱۳/ گاؤں ان کی تبلیغ سے جماعت احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

صوبہ ہماچل کے ایک دوست سراج الدین صاحب جماعت احمدیہ میں شامل ہونے سے قبل ہر قسم کی برائی میں ملوث تھے اور اس علاقے میں جماعت کے شدید مخالف تھے۔ غیر مسلموں کے ساتھ مل کر جماعت احمدیہ کے مبلغ کو اس علاقہ سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آخر خدا نے ان کو اس طرح ہدایت دی کہ جلسہ سالانہ ۱۹۹۸ء پر وہ قادیان گئے اور جماعت میں شامل ہو کر واپس لوٹے۔

قبول احمدیت کے بعد ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسی تبدیلی پیدا فرمائی کہ وہ جو شراب کا عادی تھا پنجوقتہ نماز کا عادی بن گیا اور ماہ رمضان کے پورے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ اس اچانک تبدیلی کو دیکھ کر ایک غیر مسلم متکبر مخالف اسلام نے ان کو طعنے دینے شروع کر دیئے۔ ذلیل کرنے کی غرض سے گالیوں اور گندے الفاظ سے ان کا نام لینے لگا۔

ایک روز سراج الدین صاحب روزہ رکھ کر کسی کام پر جا رہے تھے کہ راستے میں وہ غیر مسلم ایک درخت کے اوپر چڑھ کر پتے کاٹ رہا تھا۔ درخت کے نیچے اس کی بیوی کھڑی تھی۔ اس نے سراج الدین کو دیکھتے ہی گالیاں نکالنی شروع کر دیں۔ سراج الدین صاحب نے اس کو سمجھایا کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے تو ایسے گندے اور تحقیر کے الفاظ منہ سے نہ نکال لیکن اس کے باوجود وہ اپنی شرارت سے باز نہ آیا۔ آخر تنگ آکر انہوں نے اس سے کہا کہ میری یہ دعا ہے کہ خدا تیرے منہ میں گندگی ڈالے تا کہ تو اسلام کے خلاف بکواس نہ کر سکے۔ اب خدا کا کرنا دیکھئے ابھی یہ الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے کہ آدمی ٹہنی ٹوٹنے کی وجہ سے درخت سے نیچے گرا اور اس درخت کے عین نیچے گوبر پڑا ہوا تھا جس میں وہ منہ کے بل آکر پڑا۔ تب اس کی بیوی نے کہا کہ اسی وقت اس احمدی سے معافی مانگ۔ اس نشان کو دیکھ کر سراج الدین صاحب کا ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا۔ وہ آج اس جگہ پر جماعت کے صدر ہیں اور مسجد کے لئے جگہ بھی تحفۃً جماعت کو دے چکے ہیں۔

ایک تبلیغی وفد پیغام حق پہنچاتے ہوئے ایک گاؤں کوٹلگی (Kotalgi) پہنچا اور گھر گھر جا کر لوگوں سے ملا اور حضرت امام مہدی کی آمد کا پیغام دیا اور بیعت کرنے کو کہا مگر کوئی بھی بیعت کے لئے آگے نہیں آیا۔ اتنے میں ایک عورت جس کا نام "مالن بی" تھا۔ اچھی پڑھی لکھی تھیں اور گاؤں میں سارے لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے آکر کہنے لگی کہ میں اس جماعت میں بیعت کر کے داخل ہوتی ہوں۔ اس پر اس کے خاوند نے کہا کہ تم تو احمدیوں کے خلاف تھی۔ اس نے جواب دیا کہ ایک ہفتہ پہلے میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ اس وقت سے میں انتظار کر رہی تھی کہ یہ لوگ کب آئیں گے جو خواب میں نظر آئے تھے اور میں بیعت کروں گی اور اپنی خواب اس طرح بیان کی۔ میں ایک راستہ سے جا رہی تھی راستہ میں ایک گیٹ نظر آیا۔ میں نے جب اس کے دروازہ کے اندر دیکھا تو وہ جنت ہے۔ جب میں اس میں داخل ہونے لگی تو ایک سفید پگڑی والے بزرگ کھڑے ہوئے ملے اور فرمانے لگے کہ آپ ہماری جماعت میں داخل ہونے پر ہی اس میں داخل ہو سکتی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ جماعت کہاں ہے تو فرمایا کہ آپ کے گھر آنے والی ہے۔

اس خواب کو بیان کر کے اپنے خاوند اور دو نوجوان بچوں سمیت بیعت کر کے احمدیت کو قبول کرنا ہی تھا کہ سارے گاؤں کے کل ۲۴۵ افراد نے بیعت کر لی۔ الحمد للہ۔

مکرم محمد نسیم صاحب امیر صوبہ اترپردیش کو پانچ لاکھ بیعتوں کا ٹارگٹ دیا گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنا ٹارگٹ مکمل کر لیا تو انہیں ہدایت کی گئی کہ اب آپ نے صوبہ پنجاب کی کمی بھی پوری کرنی ہے اور مزید ایک لاکھ بیعتیں کروانی ہیں۔ انہوں نے اللہ کے فضل سے یہ ٹارگٹ بھی پورا کروا دیا۔ پھر انہوں نے ہمیں پیغام بھجوایا کہ اب مجھے بتائیں کہ سارے ہندوستان میں ٹارگٹ میں کتنی کمی ہے۔ وہ بھی اپنے صوبہ سے ہی پوری کروں گا۔ چنانچہ اب خدا کے فضل سے آخری اطلاع کے مطابق ان کے صوبہ کی بیعتوں کی تعداد آٹھ لاکھ ستر ہزار سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔

گھانا:

گھانا میں امسال ۱۲۹ نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ ہوا ہے جن میں سے ۸۵ مقامات پر باقاعدہ نظام جماعت قائم ہو چکا ہے۔ ۱۳۰ مساجد کا اضافہ ہوا ہے۔ ایک سو انیس (۱۱۹) انہوں نے تعمیر کی ہیں اور گیارہ بنی بنائی عطا ہوئی ہیں۔ غانا مساجد کی تعمیر میں سب دنیا سے آگے ہے۔ بڑی بڑی مساجد بناتے ہیں اور کسی جانی مالی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ دوران سال دو تبلیغی مراکز کا اضافہ ہوا ہے۔ اب یہ تعداد ۹۷ ہو گئی ہے۔

عبدالوہاب بن آدم صاحب گھانا سے لکھتے ہیں:

"Yendi" کا علاقہ وہ علاقہ ہے جہاں ہم تبلیغ کے لئے جاتے تو احمدی مبلغوں پر پتھراؤ کیا جاتا تھا اور ان کی تبلیغ کے راستہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں۔ اب اللہ کے فضل سے اس علاقہ میں کثیر تعداد میں لوگ احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں اور ایک بڑی مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے۔ یہاں کے بادشاہ نے مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اب احمدیت یہاں قدم جمانے کے لئے آچکی ہے۔ اب یہ علاقہ احمدیت کا ہے۔

Volta ریجن گھانا کا ایک علاقہ ہے جہاں اب بھی بت پرستی کی جاتی ہے۔ ہر گھر میں بت پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہاں کے پادریوں کے بارہ میں بھی مشہور ہے کہ ان کے گھروں میں بھی بت موجود ہیں جو وہ چارپائی کے نیچے چھپا کر رکھتے ہیں۔ وہ گرجا گھروں سے واپس آتے ہیں تو ان کی پوجا کرتے ہیں۔ وہاں خدا کے فضل سے ہمارے داعیان الی اللہ کی کامیاب تبلیغ سے احمدیت پھیلنی شروع ہوئی ہے۔ ایک بت پرست نے اپنے بت ہمارے داعیان کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ میرے سارے بت ہیں۔ یہ آپ پھینک دیں۔ اب میں احمدی ہو چکا ہوں۔ انہیں اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا۔

اس بت پرست علاقہ میں گزشتہ ۷۰ سال میں صرف دو جماعتیں تھیں۔ امسال خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ہی سال میں آٹھ جماعتوں کا اضافہ ہوا ہے اور اب دس (۱۰) ہو چکی ہیں۔

عبدالوہاب بن آدم صاحب مزید لکھتے ہیں:

Upper West Region میں ہیومین رائٹس کے چیئرمین اور ایڈمنسٹریشن آف جسٹس کے سربراہ جو عیسائی ہیں انہوں نے ہماری ریجنل کانفرنس کے موقع پر تقریر کے دوران کہا:

"میں مسلمان تو نہیں ہوں لیکن مدت سے احمدیت کا گہرا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جب احمدیت کا ذکر آئے تو امن و آشتی، صلح اور راستبازی کا تصور ابھرتا ہے۔ جب خدام الاحمدیہ کا ذکر سنتے ہیں تو اس سے دل و دماغ میں نظم و ضبط اور محنت کا نقشہ ابھرتا ہے"۔

احمد جبریل سعید مبلغ گھانا تحریر کرتے ہیں:

"گھانا کے سنٹرل ریجن کے علاقہ میں ایک احمدی دوست سعید آرہن صاحب (Saeed Arhin) فعال داعی الی اللہ ہیں۔ ان کے علاقہ میں جہاں بھی تبلیغ کا پروگرام ہو نہ صرف خود شامل ہوتے ہیں بلکہ اپنی دونوں گاڑیوں میں نو مبایعین اور زیر تبلیغ افراد کو لے جاتے ہیں۔ ان کے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ اگر نو مبایعین کے لئے مسجد نہ ہوئی تو ان کی تربیت نہ ہو سکے گی۔ مگر وہ اکیلے اس قابل نہ تھے کہ مسجد بنا سکیں۔ تاہم پختہ ارادہ کیا کہ مسجد بنانے کا کام شروع کر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ اور مددگار پیدا کرے گا۔ مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہی ہوا تھا کہ شدید بیمار پڑ گئے۔ ڈاکٹرز نے انہیں لاعلاج قرار دے دیا۔ ہسپتال سے فارغ کر دیا کہ گھر جا کر مرو۔ گھر کے افراد نے ان کی حالت دیکھ کر کہ وفات کے قریب ہیں تمام عزیز و اقارب کو بلا لیا۔ جب سب اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ آخری وقت ہے اس لئے سب مل کر دعا کرتے ہیں۔ جب سب لوگ دعا کر رہے تھے اس وقت آپ پر بیہوشی طاری تھی۔ دعا ختم ہوئی۔ آپ کی آخری حالت دیکھ کر کہ اب آپ رخصت ہونے والے ہیں بعض عزیز ارد گرد رو رہے تھے کہ اچانک سعید صاحب نے آنکھیں کھولیں اور سب کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ جب میں سو رہا تھا۔ اس وقت میں نے ایک جوان قد آور شخص دیکھا کہ وہ میری طرف بڑھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں اور آپ کو لے جانے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے تو ابھی بہت کام کرنے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا کام کرنے ہیں۔ میں نے کہا کہ مسجد بنانی شروع کی ہوئی ہے۔ اس نے قدرے تأمل کے بعد کہا کہ اچھا پھر ابھی نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد سے بیماری ختم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل صحت یاب ہو گئے اور اس وقت مسجد بنانے کے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

آئیوری کوسٹ:

اللہ کے فضل سے امسال ۱۱۵۰ نئے مقامات پر احمدیت کا نفوذ ہوا ہے۔ جن میں سے ۹۸ مقامات پر باقاعدہ نظام جماعت قائم ہو چکا ہے۔ ۴۲۶ مساجد کا اضافہ ہوا ہے۔ سر دست صرف ایک نئی مسجد کی تعمیر وہ مکمل کر سکے ہیں اور ۴۲۵ بنی بنائی عطا ہوئی ہیں۔ آئیوری کوسٹ کے ۱۳/ ریجنز میں مرحلہ وار مساجد کی تعمیر کا منصوبہ جاری ہے۔ تین مساجد اس وقت زیر تعمیر ہیں۔ دوران سال سات (۷) تبلیغی مراکز قائم کرنے کی توفیق ملی ہے۔ کل تعداد اکتیس (۳۱) ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال آئیوری کوسٹ میں تبلیغی مہمات کے دوران ۷۳۴ چیفس احمدی ہوئے ہیں اور ۵۰۹ آئمہ۔

حضور ایدہ اللہ نے آئیوری کوسٹ میں خدا کے فضلوں کی چند مثالیں پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض

دفعہ بارش ہو کر خدا کا فضل دکھائی دیتا ہے، بعض دفعہ بارش رکنے سے خدا کا فضل دکھائی دیتا ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دعا کی تھی کہ ہمارے اردگرد بارش برسادے۔ بہت ہو چکی۔ ہم پر اب نہ برسا۔ اسی طرح اردگرد بادل برستے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعا بڑی شان سے قبول ہوئی۔

دعا کے نتیجہ میں بارش رک گئی

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ امیر صاحب آئیوری کوسٹ اس طرح کا ایک معجزہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب ہمارا تبلیغی وفد جبر دسو گاؤں میں پہنچا تو سارا دن موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ مغرب کے قریب بارش تھمی تو ہم نے تبلیغی نشست کا اعلان کیا۔ عشاء کے بعد مجلس کا آغاز ہوا۔ چاروں طرف سے کالی گھٹا نے انہیں گھیر لیا اور احساس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحہ موسلا دھار بارش ہمارے پروگرام میں حائل ہو جائے گی۔ ہم نے خدا کے حضور عاجزانہ عرض کی کہ تیرے پیارے مہدی کا پیغام پہنچانے آئے ہیں یہ بادل بھی تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اے خدا یہ دعا تو نہیں کر سکتے کہ تیری رحمت کی بارش نہ برسے۔ ہم تجھ سے صرف اتنی مہلت مانگتے ہیں کہ پیغام ان روحانی پانی کے پیاسوں کو پہنچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم عاجزوں کی دعاؤں کو اس انداز میں شرف قبولیت بخشا کہ تمام پروگراموں کے دوران گویا خدا کے فضل نے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو تھامے رکھا۔ کامیاب انداز میں تبلیغ کا پروگرام ختم ہوا۔ لوگوں نے بیعت کے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ ہم اپنی اپنی رہائش گاہوں تک پہنچے ہی تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور ساری رات برستی رہی۔ صبح سات بجے کے قریب بارش رکی اور وہاں روحانی بارش کا آغاز ہوا اور دوپہر تک بفضلہٖ تعالیٰ تین ہزار سات سو پچھتر (۳۷۷۵) بیعتیں ہوئیں۔ بیعتوں کا سلسلہ مکمل ہوا ہی تھا کہ پھر سے بارش ہونا شروع ہو گئی۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اتفاق کے بعد اتفاق تو نہیں ہو سکتے۔ یہ زندہ خدا ہے جو جماعت کی تائید میں کھڑا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

ایک مخالف احمدیت کی ناکامی و نامرادی

حضور نے فرمایا کہ امسال آئیوری کوسٹ کے ایک اہم شہر Oume میں جماعت کا پودا لگا ہے اور خدا کے فضل سے بہت تیزی سے ترقی ہوئی ہے۔ اور ایک مضبوط جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ دشمن نے شدید مخالفت کی اور مخالفت میں پیش پیش ایک شخص مسٹر سیسے (Cisse) نے ہر دروازہ کھٹکھٹایا کہ یہ لوگ کافر ہیں ان کو اس شہر میں جگہ نہ دو۔ وہ کمشنر کے پاس گیا کہ یہ لوگ فسادی ہیں۔ ان لوگوں کو اس شہر میں رہنے نہ دیا جائے۔ کمشنر بہت انصاف پسند انسان تھے۔ انہوں نے کہا کہ جو امن کا سبق میں نے احمدیوں سے سیکھا ہے کوئی دوسرا اس کی خاک کو بھی نہیں پا سکا۔ میں نے خود مطالعہ کیا ہے اور اخبارات میں بھی ان کے بارہ میں پڑھا ہے۔ ان کو تو میں روک نہیں سکتا۔ پس تم نے جانا ہے تو تم واپس چلے جاؤ۔ یہ شخص نامراد ہو کر وہاں سے لوٹا۔ چند روز بعد اس کا بیٹا گھناؤنے جرم میں پکڑا گیا۔ اس نے مبلغین کو پیغام بھجوایا کہ مجھے معاف کر دیں۔ میں شرمندہ ہوں۔ اگر ممکن ہو تو میرے بیٹے کی رہائی کے لئے کمشنر کے سامنے سفارش کر دیں۔

مخالفانہ پراپیگنڈہ جماعت کے حق میں مددگار ثابت ہو رہا ہے

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مخالفانہ پراپیگنڈہ خدا کے فضل سے کھاد کی طرح جماعت کے درختوں کے لئے خوراک مہیا کر رہا ہے۔

Tienko (ٹینکو) کے علاقہ میں جب ہمارا تبلیغی وفد پہنچا تو انہوں نے وہاں کے امام صاحب سے مشورہ کے بعد تبلیغ شروع کی اور اپنے پیغام کی توحید باری تعالیٰ اور فضائل اسلام کے ذکر سے ابتداء کی اور پھر علامات مہدی آخر الزماں کا ذکر کیا۔ پروگرام ختم ہونے پر حاضرین نے بخوشی بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ صبح سویرے امام کا لڑکا جو گاؤں کا معلّم بھی ہے اپنے سارے خاندان کا پُر شدہ فارم برائے بیعت لے کر آیا اور بتایا کہ غارت ہوں وہ لوگ جنہوں نے آپ کے خلاف اس قدر پراپیگنڈہ کر رکھا تھا۔ اگر آپ لوگ ہماری آنکھیں کھولنے سے قبل ہمیں بیعت کے لئے کہتے تو آج آپ لوگ خیریت سے اس گاؤں سے واپس نہ جاتے اور میں ان بدبختوں میں شامل ہو جاتا جو آپ لوگوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تھے۔ ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ احمدی لوگ تو کلمہ طیبہ کے دشمن ہیں، آنحضرت ﷺ کے گستاخ ہیں، قرآن کریم پر ایمان نہ لانے والے ہیں۔ لیکن جو اوصاف قرآن کریم، رسول اللہ ﷺ اور توحید باری تعالیٰ کی شان آپ نے بیان کی ہے آج تک ہم نے کسی سے نہیں سنی۔ اسلئے یقیناً آپ کے پاس صداقت ہے اور صداقت کا انکار کرنے والا جہنمی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس گاؤں کے چیف اور دونوں مساجد کے اماموں کو گاؤں کے ۱۲۴۹ افراد کے ساتھ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ ...

اس کی ایک اور مثال

ناردرن ریجن کے ایک گاؤں بناکرو (Banakro) سے گزرتے ہوئے ہمارے تبلیغی وفد نے پیغام چھوڑا کہ ہم فلاں وقت آپ لوگوں کے پاس تبلیغ کے لئے آئیں گے۔ یہ پیغام کچھ نوجوانوں کو دیا کہ وہ امام اور گاؤں کے چیف تک پہنچا دیں لیکن یہ نوجوان جماعت کے بارہ میں سخت تعصب رکھتے تھے۔ انہوں نے امام صاحب کو یہ پیغام دیا کہ چند اسلام دشمن یہاں سے گزرتے ہوئے دوبارہ آنے کا کہہ گئے ہیں۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کا نام تک نہیں لیتے۔ جوڈو کراٹے ان کی عبادت ہوتی ہے۔

واپسی پر مبلغین مذکورہ گاؤں پہنچے تو امام صاحب بہت ڈرے ہوئے تھے اور اپنے ہاں رات ٹھہرانے کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ مسلمان ہیں اور آنحضرت ﷺ کے نام لیوا ہیں تو ہم آپ کو تبلیغ کی اجازت دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ ہم نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ اگر آپ ہمیں تبلیغ کی اجازت دیں اور پھر کسی بھی مقام پر کوئی بھی بات خلاف قرآن و حدیث پائیں تو وہیں تبلیغ روک دیں اور ہمیں گاؤں سے نکال دیں۔ امام صاحب نے تبلیغ کی اجازت دے دی۔

رات کو تبلیغی نشست کے دوران اسلام اور آنحضرت ﷺ کے محاسن بیان کئے۔ آخر پر امام صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تو آپ سب لوگ گواہ ہیں کہ یہ لوگ حقیقی مسلمان ہیں۔ ان کے بارے میں سب پراپیگنڈہ جھوٹ کا پلندا تھا۔ چنانچہ امام صاحب کی تبلیغ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے گاؤں کے ۱۳۱۰ افراد نے بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔

امیر صاحب آئیوری کوسٹ مزید لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ قبل ہمارے مبلغین سوفیسو تھری (Sofiso Three) گاؤں میں تبلیغ کے لئے پہنچے اور تبلیغ کی اجازت طلب کی لیکن وہاں پر ایک شیطانی صفت معلم نے باوجود اصرار کے تبلیغ کی اجازت نہ دی اور نہ ہی اہل قریہ سے رابطہ کرنے دیا۔ ہمارے مبلغین نے اسے کتاب "القول الصریح" دے دی اور واپس آ گئے۔ امسال پھر ہمارا تبلیغی گروپ اسی گاؤں میں پہنچا۔ وہی معلم پھر سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ان کو ہم تبلیغ کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس پر اہل قریہ نے کہا خدا تعالیٰ نے ہمیں عقل اور فراست دی ہے۔ اگر یہ لوگ اسلام کے خلاف کوئی بات کریں گے تو ہم قبول نہیں کریں گے۔ یہ ہمارے پاس اس قدر دور سے سفر کر کے آئے ہیں۔ ان کی باتیں سننا ہمارا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جب تبلیغ ختم ہوئی تو سارے کا سارا گاؤں جو ۴۲۰۷ نفوس پر مشتمل تھا احمدیت کی آغوش میں آ گیا"۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ وہ معلم بھی جب اس کو گاؤں والوں نے کہا کہ اب تو سارے گاؤں والے احمدی ہو چکے ہیں تم اکیلے یہاں کیا کر رہے ہو جاؤ بھاگو۔ تو اس معلم نے بھی بیعت کر لی اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا معلم بن چکا ہے۔

امیر صاحب آئیوری کوسٹ مزید اطلاع دیتے ہیں کہ:

"جب ہمارا ایک تبلیغی وفد آئیوری کوسٹ کی طرف سے مالی کی سرحد پر واقع آخری بڑے شہر Tengrela تبلیغ کے لئے پہنچا تو اہل سنت والجماعت نے اپنی مسجد میں تبلیغ کی دعوت دی۔ لیکن تبلیغ کا کوئی اثر کسی طرح سے نظر نہ آیا۔ اگلے روز دوبارہ تبلیغ کا موقعہ دیا لیکن کسی ایک شخص نے بھی بیعت کے لئے رضامندی کا اظہار نہ کیا۔ ہمارا وفد اسی فکر میں اس شہر سے اگلی منزل کے لئے روانہ ہوا۔ شہر سے چند کلومیٹر ہی باہر نکلے تھے کہ ہماری گاڑی خراب ہو گئی۔ گاڑی کی مرمت پر تین چار دن درکار تھے۔ ہم نے واپس اسی شہر ٹنگریلا آ کر دوبارہ تبلیغ کا پروگرام بنایا لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس پریشانی کے عالم میں خدا تعالیٰ نے ہمیں يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ کا نظارہ دکھلایا۔ ہمارے ایک پرانے احمدی دوست ابراہیم وہاں آ پہنچے۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے ہمارے میزبان کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے۔ ہمارے میزبان نے ابراہیم سے سوال کیا کہ یہ لوگ اس شہر میں احمدیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

ابراہیم نے میزبان کو احمدیت کا تفصیلی تعارف کرایا اور رسالہ "التقوی" کے ذریعہ تعارف کراتے کراتے شرائط بیعت تک پہنچے۔ ہمارے میزبان ہر شرط سنتے اور چہرے کا رنگ بدلتا جاتا اور کہہ اٹھتے اللہ اکبر اور پھر کہتے یہی خالص حقیقی اسلام ہے۔ یہ تو اسلام ہی اسلام ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ شرائط ہیں مہدی کی جماعت میں شمولیت کی؟ اور ساتھ ہی برملا کہہ اٹھے میں تو آج اس جماعت میں شامل ہوں۔ ان کے اندر ایک جنون کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ پکڑ پکڑ کر لوگوں کو لانے لگے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کی کوششوں سے یہ سارا علاقہ احمدیت میں داخل ہو چکا ہے۔

"Man" میں جو آئیوری کوسٹ کے دس بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو مشن قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ساتھ ہی ایک بہت بڑی بنی بنائی مسجد بھی نمازیوں اور امام سمیت عطا فرما دی۔ اس کامیابی پر وہابیوں نے جماعت کے خلاف اپنی مخصوص کارروائیاں شروع کر دیں۔ چنانچہ جلسہ سے قبل انہوں نے ہمارے صدر صاحب کو پیغام بھجوایا کہ وہ مسجد میں آ کر ہم سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔

انہیں ایک روز عصر کے بعد کا وقت دیا گیا۔

وہابیوں کے دس مولوی صاحبان مع صدر کے آگئے۔ مسجد میں ۴۰ کے قریب احباب موجود تھے۔ ہم سب کو دیکھ کر ان پر ایک رعب طاری ہو گیا۔ اور وہ ہمارے صدر سے کہنے لگے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ مسجد میں صرف لوکل حضرات ہونگے اور ان کی حاضری میں ہم آپ کو احمدیت کی حقیقت سے باخبر کریں گے۔ اب چونکہ مشنری صاحب موجود ہیں ان کے سامنے ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے اور ہم آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس پر جماعت کے نائب صدر صاحب نے کہا کہ یہی بات تمہارے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے۔ اگر آپ لوگ سچے ہوتے تو پھر ان مبلغین کے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا تھا۔ اب آپ لوگ ایک بات غور سے سن لیں کہ ہمیں یہاں ۳۰ سال کا عرصہ ہو گیا ہے اور ہماری مسجد آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے ویران ہو گئی تھی۔ اب احمدیت کی برکت سے تمام جھگڑے ختم ہو چکے ہیں۔ مسجد آباد ہے۔ پہلے یہاں کبھی چار پانچ نمازی ہوتے تھے مگر آج ہر نماز پر پچاس سے زائد افراد ہوتے ہیں اور جمعہ کے روز ان کی تعداد پانچ سو سے تجاوز کر جاتی ہے۔

آئیوری کوسٹ کے ناردرن ریجن کے

ایک گاؤں شِنالا (Shinala) میں ایک شخص "بے ما" (Bema) نے لوگوں کے سامنے یہ عجیب واقعہ بیان کیا کہ عرصہ بیس سال قبل خاکسار سخت بیماری میں مبتلا ہوا۔ مرگی کے دورے پڑنے لگے۔ ہر ممکن علاج کیا ذرہ بھی افاقہ نہ ہوا۔ شہر کے ایک عامل نے کچھ تعویز گنڈے دیتے ہوئے کہا کہ ان کو کمر سے باندھ لو۔ یہی تمہاری بیماری کا علاج ہے۔ انہی ایام میں کشف کی حالت میں ایک بزرگ آئے اور کہا کہ تم نے یہ کیا باندھا ہوا ہے اسے اتار ڈالو۔ میرے دل میں بہت زور سے احساس ہوا کہ یہ بزرگ امام مہدی ہیں۔ خاکسار نے کمر سے باندھے تعویز گنڈے اتار پھینکے۔ اسی روز خدا تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی۔ اس دن سے آج تک مجھے کبھی مرگی کا دورہ نہیں پڑا۔ میں تو اسی روز سے مہدی کو قبول کر کے ان کی تلاش میں تھا۔ آپ لوگوں کے آنے سے مجھے امام مہدی مل گئے ہیں۔ اب کون ہے جو مجھے اس میں شامل ہونے سے روک سکتا ہے۔

اس پر ہمارے مبلغ صاحب نے اسے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی تصاویر دکھائیں تو حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے فوراً کہا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو خواب میں ملے تھے اور تعویز گنڈے سے منع کیا تھا۔

بورکینا فاسو:

امسال یہاں ۷۷۶ مقامات پر پہلی بار احمدیت کا پودا لگا ہے جن میں سے ۲۵ مقامات پر باقاعدہ نظام جماعت قائم ہو چکا ہے۔

☆......۸۱۰ مساجد کا اضافہ ہوا ہے۔ دو کی تعمیر انہوں نے خود مکمل کی ہے باقی ۸۰۸ بنی بنائی عطا ہوئی ہیں۔ تین مساجد زیر تعمیر ہیں۔ مختلف ریجنز میں مرحلہ وائز تعمیر کا پروگرام جاری ہے۔

☆......اس وقت بورکینا فاسو میں مساجد کی کل تعداد ۱۶۸۸ ہو چکی ہے۔

☆......دوران سال ایک نئے تبلیغی مرکز کی تعمیر ہوئی۔

☆......۲۶۰ چیفس نے احمدیت قبول کی اور ۸۱۱۔ امام احمدیت میں داخل ہوئے۔

ناصر احمد صاحب سدھو مبلغ ڈوری، بورکینا فاسو بیان کرتے ہیں:

"نصرت الٰہی کی عظیم الشان لہر احمدیت کی مقبولیت کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ قبولیت کا جو جوش دلوں میں نظر آ رہا ہے خاص فضل الٰہی ہے۔ ہم اس کے گواہ ہیں کہ اللہ کے فضل سے اب تو علاقے کے علاقے احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔

☆......امسال صرف ڈوری (Dori) کے علاقہ میں بیعتوں کی تعداد چھ لاکھ ۳۵ ہزار ۵۰۹ ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ سال ان کی والدہ کی ایک رؤیا بیان کی تھی۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے انہیں ایک ڈوری دی ہے کہ ایک بہت بڑا علاقہ فتح ہوا ہے اس کے گرد لگانی ہے۔ وہ رات رؤیا میں ڈوری بنتی رہیں۔ صبح اٹھی تو بازوؤں میں درد تھی کیونکہ رات بھر محنت کرنا پڑی تھی اور وہ لگائی ہوئی ڈوری آج کام کر رہی ہے اور ڈوری ہی کے علاقہ میں یہ معجزہ رونما ہوا ہے۔

ہمارے سنٹر ڈوری سے پندرہ کلومیٹر دور ایک گاؤں "کوریا" ہے۔ وہاں کی اکثریت نے احمدیت قبول کر لی ہے۔ وہاں ہر سال آئیوری کوسٹ سے ایک ملاں آیا کرتا ہے۔ امسال بھی جب وہ آیا تو اسے معلوم ہوا کہ لوگ احمدی ہو چکے ہیں۔ اس مولوی نے ارد گرد کے دیہات کو دعوت دی کہ میرا وعظ سننے آؤ۔ جب وہ آئے اور مولوی نے پوچھا کہ احمدی ہو چکے ہو۔ یاد رکھو احمدی کوئی مذہب نہیں۔ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ اہل سنت ہو کے اتنی بڑی جہالت آپ نے کی ہے۔ میں ان کے خلیفہ سے ملاقات کر چکا ہوں اور میرے سوالوں کے وہ جواب نہ دے سکے اور غصہ میں کہنے لگے کہ تم شیطان ہو اور باہر نکل جاؤ۔ (حضور نے اس بات کے دوسرے حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف اتنی بات سچی ہے)۔ اسی طرح احمدیت کی بہت ساری کتب بھی پڑھ چکا ہوں۔ (حضور نے فرمایا یہ بھی جھوٹ ہے)۔ لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے مہمان ہو اور مہمان ہونے کے ناطے ہم تمہاری عزت کرتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ آپ ہمارے مبلغ سے ہمارے سامنے بات کریں۔

ناصر سدھو صاحب لکھتے ہیں کہ مباحثہ کے وقت جامع مسجد بھری ہوئی تھی۔ احمدی احباب اور دوسرے سب بیٹھے ہوئے تھے۔ بات شروع ہوئی تو مولوی صاحب مکر گئے کہ انہوں نے یہ کہا ہی نہیں تھا کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ اس طرح ان کا جھوٹ کھل گیا۔ لوگوں نے لعن طعن کی اور کہا کہ جس طرح تم نے یہ جھوٹ بولا ہے جو پکڑا گیا ہے اسی طرح لازماً تمہاری باقی باتیں بھی جھوٹی ہیں۔

یہ بغیر وہاں ٹھہرے اپنے سارے پروگرام ترک کر کے آئیوری کوسٹ واپس چلا گیا۔

"کوریا" گاؤں کے ایک داعی الی اللہ جن کا نام حامد حمید ہے بیان کرتے ہیں کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد میرے اندر شجاعت بھر دی گئی ہے جس کی وجہ سے تبلیغ کا جنون ہے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات خاکسار کے بچہ کو شدید بخار ہوا۔ رات کو کوئی علاج ممکن نہ تھا بچے کی حالت خراب تھی۔ اور تو کچھ نہ سوجھا نفل شروع کئے۔ صرف ایک ہی دعا نکلی جا رہی تھی کہ اے اللہ اگر احمدیت سچی ہے تو میرے بچے کو شفا عطا کر دے۔ چنانچہ نفل ختم کرنے کے بعد بچہ کو دیکھا تو بخار کا نام و نشان تک نہ تھا۔

ناصر سدھو صاحب مزید بیان کرتے ہیں: جب ڈوری کے علاقہ کے ایک گاؤں میں احمدیت کا پیغام دیا گیا تو اکثریت نے قبول کر لیا مگر کچھ لوگ رکے رہے۔ ہماری واپسی کے بعد وہاں قریب کے ایک گاؤں جہاں ایک ستر سالہ بوڑھا ہے جو علم الترب کا ماہر ہے۔ غیب کی خبریں اور پیشگوئیاں کرتا ہے اور لوگ دور دور سے گاڑیوں پر اس کے پاس آتے ہیں۔ اس کا نام نوح ہے۔ ان لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کچھ لوگ مہدی علیہ السلام کا پیغام لے کر آئے تھے اور کہتے تھے کہ اس کی بیعت کرو۔ آپ ہمیں بتائیں کہ آیا یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ اس نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور یہ مہدی سچا ہے۔ اور اس کی تمام نشانیاں پوری ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ بہر حال غالب آئیں گے مگر ان کو کافی محنت کرنا پڑے گی اور علماء کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اس پر باقی سب لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔

تفرقہ نہ ڈالو

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتیں پسند کرتا ہے:

☆......یہ کہ اللہ کی عبادت کرو۔

☆......اور یہ کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

☆......اور یہ کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

(صحیح مسلم کتاب الاقضیہ باب النہی عن کثرۃ المسائل)

وزیر مملکت برائے مذہبی امور آئیوری کوسٹ
آنریبل لیئون کوناں کوفی (Leon Konan Koffi) کا
صدر مملکت آئیوری کوسٹ
کے پیغام پر مشتمل خطاب

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر ۳۰ جولائی کو افتتاحی اجلاس میں آنریبل Leon Konan Koffi وزیر مذہبی امور نے صدر مملکت آئیوری کوسٹ کا جو پیغام پڑھ کر سنایا اس کا خلاصہ ہدیہ قارئین ہے:

جماعت احمدیہ کے لندن میں منعقد ہونے والے اس بین الاقوامی جلسہ سالانہ میں خاکسار وزیر مملکت برائے مذہبی امور اپنے تمام ارکان وفد کے ہمراہ شرکت کرتے ہوئے از حد خوشی محسوس کر رہا ہے۔ اس وفد کی قیادت کا حکم خود صدر مملکت کی طرف سے ملا۔

اس جلسہ میں شرکت کی محبت بھری دعوت کے بعد صدر مملکت نے تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ بندہ جماعت احمدیہ کے سربراہ کا جو از حد قابل احترام ہیں اور تمام جماعت احمدیہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرے۔

صدر مملکت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک جن میں آئیوری کوسٹ کو خاص اہمیت حاصل ہے کے لئے یہ محبت بھری دعوت خیر سگالی کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ اسی طرح سے آئیوری کوسٹ حکومت کی طرف سے عوام کی معاشی، سماجی اور تہذیبی ترقی کے لئے بنائے گئے پروگراموں میں شرکت کی خواہش کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

۱۹۶۳ء میں آئیوری کوسٹ میں جماعت احمدیہ کے قیام کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کی ملکی خدمات صرف تبلیغ کے میدان تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ دیگر شعبوں میں یہ خدمات ایک شہری کے اچھا انسان بننے اور بہتر زندگی گزارنے میں مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔ اسی لئے صدر مملکت از حد خوشی محسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں "ان کے عوام کی تعمیر نو اور ترقی کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ اور ان کے خیالات میں از حد ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

حکومت آئیوری کوسٹ کے نمائندوں کی اس جلسہ میں شرکت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ عوام کی مذہبی اور سماجی ترقی کی نیک تمنائیں رکھنے والوں کو ہمیشہ حکومت کی تائید حاصل رہے گی اور صدر مملکت ہز ایکسی لینسی جناب Henry Konan Bedie کی سربراہی میں حکومت نے ہمیشہ اخوت اور اتحاد کے لئے کام کرنے والوں کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

شمالاً جنوباً ظلم و ستم کی داستانیں ہیں۔ فاقہ کشی کے قصے، معصوموں کا قتل، سب ایک عام سی بات دکھائی دیں گے۔ ایسے حالات میں بھی آئیوری کوسٹ ایک ایسا ملک بننے کا خواہاں ہے جو امن کا گہوارہ بن جائے۔ لوگوں میں حقیقی طور پر جذبہ تحمل اور برداشت ہو۔ جہاں تمام مذاہب کو مکمل آزادی ہو۔ اسی وجہ سے آئیوری کوسٹ کے قومی ترانہ میں اخوت کا لفظ سنہری لفظوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور یہی وجہ حکومتی وفد کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی ہے۔ اسی وجہ سے ایک آئیورین خلوص دل سے کہہ اٹھتا ہے "دل کا امن، روح کا امن اور حقیقی انسانوں کے درمیان امن ہی میرا مطمح نظر ہے۔

مہمانان کرام!

خاکسار جماعت احمدیہ کی روحانی، معاشی اور سماجی ترقی کے لئے کوششوں کو صدر مملکت اور آئیوری کوسٹ کے عوام کی طرف سے سلام کرتا ہے۔ جہاں جماعت نے مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں کوششیں کی ہیں وہاں آئیوری کوسٹ کے عوام کے لئے جماعت احمدیہ کی صحت کے میدان میں کوششیں بھی ناقابل فراموش ہیں۔ اجامے (Adjame) کا مرکز صحت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ دیگر سنٹرز کا پروگرام بھی زیر منصوبہ ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے عوام ان سے بہتر استفادہ کر سکیں گے۔

مہمانان کرام!

اپنے اس خطاب کے آخر پر آپ کی طرف سے ہمارے زبردست استقبال کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ محبت اور اخوت کے ہم آہنگ جذبات کے باعث ہم اکٹھے ایسی دنیا کا قیام کر سکیں گے جس میں امن ہی امن ہو اور ہماری آئندہ نسلیں مذہب کی راہ پر چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

خدا تعالیٰ ہم سب پر اپنے فضل نازل فرمائے تاکہ اس قسم کے مواقع ہمیں ملتے رہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت اور حفاظت ہمارے شامل حال ہو اور ہم اس کی حمد کے گیت گاتے رہیں۔

سیرالیون کی حالیہ خانہ جنگی اور فسادات میں

جماعت احمدیہ عالمگیر کی طبی خدمات

سیرالیون میں خانہ جنگی کی وجہ سے اہل سیرالیون بہت ہی مشکل حالات سے دوچار ہیں۔ان حالات میں جس قسم کی بھی کوئی خدمت کرے ان کے لئے غنیمت ہے۔ حسب سابق ان مشکل حالات میں بھی جماعت احمدیہ نے یہاں خدمت کی پوری کوشش کی ہے اور طبی میدان میں بھی پیارے آقا حضرت خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی شفقت اور دعائیں اہل سیرالیون کے ساتھ ہیں۔

اس سلسلہ میں محترم ڈاکٹر محمد اشرف صاحب تو پہلے سے ہی خدمت پر کمربستہ ہیں۔مزید ڈاکٹر سید مظفر احمد صاحب پیارے آقا کے ارشاد پر ۵/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو لندن سے سیرالیون پہنچے۔ان کے آنے کی خبریں ریڈیو پر نشر ہونے لگیں کہ بوجہ جنگ جو لوگ ٹانگوں سے محروم ہو گئے ہیں انہیں مصنوعی ٹانگیں لگائی جائیں گی۔ نیز ہر قسم کے مریضوں کا مفت علاج کیا جائے گا۔

محترم ڈاکٹر سید مظفر احمد صاحب نے مکرم ڈاکٹر اشرف صاحب سے مل کر احمدیہ کلینک فری ٹاؤن میں آپریشن تھیٹر کا انتظام کیا۔ اور ہرنیا کے چھ آپریشن کئے۔نیز مریضوں کا مفت علاج کرتے رہے۔ نیز ایک مریض کے گھٹنے سے بذریعہ آپریشن گولیوں کے ذرات نکالے۔

۱۰/اکتوبر ۱۹۹۸ء کو فری ٹاؤن سے نوّے میل دور مائل ۹۱ کے مقام پر فری کلینک کا انتظام کیا گیا اور مندرجہ بالا دونوں ڈاکٹر صاحبان نے اڑھائی صد مریضوں کی تشخیص کی اور مفت ادویات فراہم کیں۔

مکرم طارق محمود جاوید صاحب امیر جماعت سیرالیون نے مکرم ڈاکٹر سید مظفر احمد صاحب کی وزیر صحت کے ساتھ دو مرتبہ ملاقات کروائی جو ۶/اکتوبر اور ۹/اکتوبر کو ہوئی۔اس میں جماعت احمدیہ سیرالیون کے سرکردہ افراد بھی شامل تھے۔

مکرم وزیر صحت جناب احمد تیجان جالو صاحب نے مکرم ڈاکٹر صاحب کا بہت گرمجوشی سے استقبال کیا اور جماعتی خدمات کو سراہا اور اس نازک موقع پر ڈاکٹر بھجوانے پر حضور انور ایدہ اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ یہ خدمت عین موقع پر ہے۔نیز اس قسم کی خدمات کو جاری رکھنے کی درخواست کی۔

مکرم ڈاکٹر سید مظفر صاحب گیارہ اکتوبر کو لندن روانہ ہو گئے اور ان کی جگہ غانا سے مکرم ڈاکٹر سید تاثیر مجتبیٰ صاحب ۲۵/نومبر ۱۹۹۸ء کو سیرالیون پہنچے۔

محترم امیر صاحب نے ان کی ملاقات وزیر صحت سے کروائی۔ مکرم وزیر صحت صاحب نے ۲۶/نومبر کو ڈاکٹر صاحب کو خوش آمدید کہا اور پیارے آقا کا شکریہ ادا کیا جن کے حکم پر ڈاکٹر صاحب موصوف یہاں تشریف لائے۔

۲۸/نومبر کو مشاکا (میل ۴۷) کے مقام پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے فری کلینک لگایا اور یک صد ستانوے مریضوں کا مفت معائنہ کیا اور ادویات فراہم کیں۔

اسی روز یعنی ۲۸/نومبر ۱۹۹۸ء کو لندن سے مکرم ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ ۲۹/نومبر کو مکرم امیر صاحب اور مجلس عاملہ نے ڈاکٹر صاحبان کو خوش آمدید کہا۔

مکرم ڈاکٹر تاثیر صاحب نے احمدیہ کلینک میں اور مکرم ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب نے گورنمنٹ کونٹ ہسپتال میں مفت آپریشن اور مفت معائنہ و ادویات کی سہولت فراہم کرنا شروع کی۔

اسی دوران مکرم ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب ۵/دسمبر ۱۹۹۸ء کو امیر صاحب کے ہمراہ میل ۹۱، بو، اور کینیما کا دورہ کیا اور تین میڈیکل کیمپ لگائے جس میں چار صد افراد کا مفت علاج کیا۔

مکرم ڈاکٹر تاثیر صاحب نے ۶۱ اور محترم ڈاکٹر بھٹی صاحب نے گیارہ ہرنیا کے آپریشن کئے نیز پانچ آپریشن دونوں نے مل کر کئے۔ اس طرح کل ستتر (۷۷) آپریشن کئے۔ کسی ایک بھی آپریشن میں بعد میں بھی کسی خرابی کی اطلاع نہیں ملی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

دونوں ڈاکٹر صاحبان نے مکرم امیر صاحب کے ہمراہ وزیر صحت سے ملاقات کی۔ وزیر صحت نے دونوں ڈاکٹر صاحبان کا شکریہ ادا کیا۔

مندرجہ بالا سارے پروگرام کی خبریں ریڈیو اور ٹی وی پر نشر ہوتی رہیں۔ نیز مکرم ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب کا انٹرویو ریڈیو پر نشر ہوا۔

۹/دسمبر ۱۹۹۸ء کو مکرم امیر صاحب نے مجلس عاملہ کے ہمراہ دونوں ڈاکٹر صاحبان کو الوداعیہ دیا اور ان کا شکریہ ادا کیا اور خاص طور پر پیارے آقا ایدہ اللہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ ڈاکٹر صاحبان نے اپنے وقت کو بہترین انداز میں استعمال کیا ہے۔ اور پیارے آقا سے خواہش کی کہ آئندہ بھی سیرالیون میں خدمت خلق کے لئے ڈاکٹر صاحبان بھجواتے رہیں گے۔

مکرم ڈاکٹر محمد اشرف صاحب، مکرم ڈاکٹر سید مظفر صاحب اور مکرم ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب نے کل چھتیس (۳۶) افراد کو مصنوعی ٹانگیں لگائیں جس کی وجہ سے یہ افراد بغیر سہارے کے چلنے کے قابل ہو گئے۔ الحمد للہ

تمام افراد نے جماعت احمدیہ کا بہترین انداز میں شکریہ ادا کیا۔

(رپورٹ مرتبہ: خوشی محمد شاکر۔ مبلغ سلسلہ سیرالیون)

سیرالیون کے حالیہ فسادات اور خانہ جنگی کے دوران

بھوک و افلاس سے بے حال نادار اور معذور افراد کے لئے
عالمگیر جماعت احمدیہ کی طرف سے
امدادی سازو سامان کی فراہمی اور خدمت خلق

سیرالیون میں حالیہ خانہ جنگی کے دوران ہزاروں لوگ اجڑ گئے اور بھوک و افلاس اور بیماریوں کے نتیجہ میں سخت تکلیف میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت انگلستان سے Humanity First کے تحت بہت سا سازو سامان جس میں کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ادویہ بھی شامل تھیں سیرالیون بھجوایا گیا جس سے بلا تفریق مذہب و ملت مصیبت زدگان کو امداد پہنچائی گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک ۶۰ فٹ کا کنٹینر (Container) خوراک، کپڑے، چینی اور دیگر ضروری اشیاء سے بھرا ہوا ۲۸/ اگست ۱۹۹۸ء کو سیرالیون پہنچا۔ تقسیم کے لئے ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی اور ۴/ ستمبر ۱۹۹۸ء کو بونکوبانا اور سانڈا کے افراد کو مشن ہاؤس بلا کر محترم طارق محمود جاوید صاحب امیر جماعت احمدیہ سیرالیون نے نماز جمعہ کے بعد پانی بجلی اور محنت کے وزیر آنریبل تیمو بنگورا صاحب کے ذریعہ ایک سو بوری چاول اور خوراک کے ڈبے اور کپڑے پیش کئے۔ محترم تیمور بنگورا صاحب کے ساتھ پارلیمنٹ کے ڈپٹی سپیکر، ہائی کورٹ کے جج اور دو مزید ممبران پارلیمنٹ بھی تھے۔ ان سب نے نماز جمعہ میں بھی شرکت کی اور سامان وصول کرنے کے بعد ان سب نے جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہا۔ وزیر مملکت نے کہا کہ جماعت احمدیہ کی یہ خدمت ہمارے لئے حیران کن نہیں ہے کیونکہ جب بھی کوئی مصیبت کا وقت آیا، جب بھی ملک کو ضرورت پڑی جماعت احمدیہ نے بڑھ چڑھ کر خدمت کی ہے۔ جماعت احمدیہ نے سکول بنائے، ہسپتال بنائے اور ہر طرح اس ملک کی خدمت کر رہی ہے۔ ہم سب جماعت احمدیہ سیرالیون کے مشکور ہیں۔

۵/ ستمبر ۱۹۹۸ء کو فری ٹاؤن کے دو ہسپتالوں کونٹ اور کاٹیج میں مریضوں کو مندرجہ ذیل سامان دیا گیا۔ کونٹ کے ۸۰ مریضوں اور ۶۰ بچوں میں چاول، دودھ، چینی، بسکٹ، ٹوتھ برش اور نمکین اشیاء کے پیکٹ تقسیم کئے گئے۔ کاٹیج ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صاحب نے عالمگیر جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہا اور شکریہ ادا کیا۔ کونٹ ہسپتال میں ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ محترم نوحا کو نئے نے جماعتی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ گزشتہ ساٹھ سال سے سیرالیون میں خدمات بجا لا رہی ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی جماعت احمدیہ یہ خدمات جاری رکھے گی۔ ان دونوں ہسپتالوں میں بھی اشیاء کی تقسیم محترم امیر صاحب نے خود کی۔

۲۹/ ستمبر ۱۹۹۸ء کو سمبارو چیفڈم کے پیرا ماؤنٹ چیف محترمہ ماتی گمانگا کی خدمت میں محترم امیر صاحب نے مشن ہاؤس میں ۶۰ بیگ چاول، فوڈ ٹن اور ۱۰۰ بیگ کپڑوں کے پیش کئے۔ انہوں نے بھی جماعتی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ نے میری چیفڈم میں پہلے بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہسپتال اور سکول کھولے ہیں اور اب مشکل وقت میں مدد دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو ترقی عطا فرمائے۔ آمین

۱۰/ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو فری ٹاؤن سے ۲۰ میل دور واٹرلو کے مقام پر جہاں اپاہج اور بے گھر افراد کو رکھا گیا ہے خوراک کے ۲۶۰ بیگ تقسیم کرنے کے علاوہ والدین سے بچھڑ جانے والے ۵۰ بچوں میں خوراک کے پیکٹ تقسیم کئے۔ اس کے علاوہ درج ذیل مقامات کے متاثرین کے لئے سامان ٹرکوں پر بھجوایا گیا۔

(۱) مشاکا (۲) مکینی (۳) مائل ۹۱ (۴) کیما (۵) بو (۶) لنگے (۷) لوکو مساما (۸) روکو پور (۹) ساکلی (۱۰) سیسے ریجن (۱۱) مایامبا۔

دوسرا کنٹینر (Container) ۴/ جنوری ۱۹۹۹ء کو ملا جس میں چاول، چینی، کپڑے، دودھ اور معذور افراد کے لئے مصنوعی ٹانگیں تھیں۔

۵/ جنوری ۱۹۹۹ء کو باغیوں نے سیرالیون کے دارالحکومت فری ٹاؤن پر حملہ کر کے تباہی مچا دی اور احمدی اور ان کے ساتھ کئی غیر احمدی بھی بے گھر ہو کر مشن ہاؤس پہنچنے لگے۔ اور ان کی تعداد ۲۴۰ تک پہنچ گئی۔ ان سب کو کھانے کے علاوہ کپڑے وغیرہ بھی دئے گئے۔ ان میں غیر احمدی بھی شامل تھے۔ اسی دوران پیارے آقا کی طرف سے ۱۵۰۰ پاؤنڈز کی مزید امداد مل گئی جس سے چاول خرید کر ۴۳ بیگ احمدی مساجد میں احمدیوں میں تقسیم کئے گئے اور ۲۱ بیگ سے مزید ۱۷۶ خاندانوں کی مدد کی گئی۔ نیز ۱۱۸ خاندانوں اور غیر احمدی طلباء کی نقدی کی صورت میں مدد کی گئی۔

حالات بہت ہی خراب تھے۔ باغیوں نے مکانات جلائے، قتل عام کیا، ہاتھ پاؤں کاٹے، کوئی چیز نہ فری ٹاؤن سے باہر جا سکتی تھی اور نہ ہی اندر آ سکتی تھی۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا تھا، لوگ بدحالی کا شکار ہو رہے تھے۔ اس دوران ایک تیسرا کنٹینر جو ۱۴/ ستمبر ۱۹۹۹ء کو ملا۔ یہ ۴۰ فٹ کا کنٹینر تھا جس میں ۶۰۰ بوری چاول نیز کھانے پینے کی اشیاء، تیل، چینی اور کپڑے وغیرہ تھے۔ کنٹینر کی وصولی اور تقسیم کا انتظام مکرم امیر صاحب کی ہدایت پر مکرم و محترم فواد محمود صاحب کانو اور نائب امیر مکرم علی۔ ایس۔ دین صاحب نے کیا کیونکہ تمام پاکستانی مبلغین محترم امیر صاحب کی قیادت میں گنی آگئے تھے۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

دُنیا کس طرح پیدا ہوئی؟

حضرت امیر المومنین مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دُنیا کس طرح پیدا ہوئی؟

لوگ حیران ہیں کہ دُنیا کس طرح پیدا ہوئی، پہلا انسان کون تھا، وہ کس تمدن پر عمل پیرا تھا وہ کس طرح اس دنیا میں پیدا ہوا اور اس نے کس طرح اس دنیا کو چلایا، مَیں نے قرآن کریم کا درس دیتے وقت ہمیشہ دیکھا ہے، مشکل سے مشکل آیت کا مَیں مفہوم بیان کر رہا ہوتا ہوں تو لوگ بڑے مزے سے اُسے سنتے رہتے ہیں، مگر جہاں آدم اور شیطان کا قصہ آیا سوالات کی مجھ پر یُوں بھرمار شروع ہو جاتی ہے کہ میں خیال کرتا ہوں آدم کے بچے مجھے نوچ نوچ کر کھا جائیں گے اور ان کی خواہش یہ ہے کہ جلد سے جلد انہیں ان کے اَبا جان کی گود میں بٹھا آؤں تو لوگوں کے دلوں میں آدم والے واقعہ کے متعلق بے انتہا جستجو پائی جاتی ہے، وہ سوچتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کیا کھاتے تھے، کیا پہنتے تھے، کہاں رہتے تھے اور یہ صرف مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں میں جستجو پائی جاتی ہے۔

ہندوؤں کا نظریہ انسانی پیدائش کے متعلق

ہندوؤں کی تو ساری میتھالوجی اور ان کی ساری بحثیں ہی دنیا کی پیدائش پر ہیں، کہیں لکھا ہے کہ برہما جی نہانے گئے تو ان کی جٹاؤں سے جو قطرے گرے اس سے گنگا بہہ نکلی، کہیں دنیا کی پیدائش کا ذکر آتا ہے تو اس رنگ میں کہ فلاں دیوتا کی فلاں سے لڑائی ہوئی، دوسرا دیوتا جب مارا گیا تو اس کی ٹانگوں سے زمین اور اس کے ہاتھوں سے چاند وغیرہ بن گئے، گویا ہر شخص کے دل میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ وہ معلوم کرے یہ دنیا کس طرح پیدا ہوئی، پہلا انسان کون تھا، وہ کس طرح اس دنیا میں پیدا ہوا، اور کس طرح اس نے اس دنیا کو چلایا۔

توراۃ کا نظریہ انسانی پیدائش کے متعلق

توراۃ نے اس بارے میں جو نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، میں سب سے پہلے وہی آپ لوگوں کو سناتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ توراۃ دنیا کی پیدائش کس طرح بتاتی ہے۔

توراۃ میں لکھا ہے:-

"زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اُوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی اور خدا نے کہا کہ اجالا ہو اور اُجالا ہو گیا اور خدا نے اُجالے کو دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے اُجالے کو اندھیرے سے جُدا کیا اور خدا نے اُجالے کو دن کہا اور اندھیرے کو رات کہا، سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔ اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے بیچ فضا ہووے اور پانیوں کو پانیوں سے جدا کرے تب خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیوں کو فضا کے اوپر کے پانیوں سے جدا کیا اور ایسا ہی ہو گیا اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کے پانی ایک جگہ ہوویں کہ خشکی نظر آتے اور ایسا ہی ہو گیا اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جمع ہوئے پانیوں کو سمندر کہا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور نباتات کو جو بیج رکھتیں اور میوہ دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلتے جو زمین پر آپ میں بیج رکھتے ہیں اگاوے اور ایسا ہی ہو گیا۔ تب زمین نے گھاس اور نباتات کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق بیج رکھتیں اور درختوں کو جو پھل لاتے ہیں جن کے بیج ان کی جنس کے موافق ان میں ہیں اُگایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے سو شام اور صبح تیسرا دن ہوا، اور خدا نے کہا کہ آسمان کی فضا میں نیّر ہوں کہ دن اور رات میں فرق کریں اور وہ نشانوں اور زمانوں اور دنوں اور برسوں کے باعث ہوں اور وہ آسمان کی فضا میں انوار کے لیے ہو دیں کہ زمین پر روشنی بخشیں اور ایسا ہی ہو گیا، سو خدا نے دو بڑے نور بنائے، ایک نیّرِ اعظم جو دن پر حکومت کرے اور ایک نیّرِ اصغر جو رات پر حکومت کرے اور ستاروں کو بھی بنایا اور خدا نے ان کو آسمان کی فضا میں رکھا کہ زمین پر روشنی بخشیں اور دن پر اور رات پر حکومت کریں اور اُجالے کو اندھیرے سے جُدا کریں اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے سو شام اور صبح چوتھا دن ہوا"۔ (گویا توراۃ کے بیان کے مطابق رات دن پہلے بنے ہیں مگر سورج چاند بعد میں بنے ہیں، اسی طرح گھاس نباتات اور درخت پہلے اُگے ہیں مگر سورج وغیرہ جن کی شعاعوں کی مدد سے یہ چیزیں اُگتی ہیں بعد میں بنائے گئے ہیں، کیونکہ لکھا ہے کہ جب گھاس اُگ چکا، میوہ دار درخت تیار ہو چکے، نباتات ظاہر ہو گئیں رات دن بن گئے تو اس کے بعد خدا نے دو بڑے نور بنائے۔ ایک نیّرِ اعظم جو دن پر حکومت کرے اور ایک نیّرِ اصغر جو رات پر حکومت کرے) ...... تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنائیں کہ وہ سمندر کی مچھلیوں پر اور آسمان کے پرندوں پر اور مویشیوں پر اور تمام زمین پر اور سب کیڑے مکوڑوں پر جو زمین پر رینگتے ہیں سرداری کریں اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا، نر و ناری ان کو پیدا کیا اور خدا نے ان کو برکت دی اور خدا نے انہیں کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو اور اس کو محکوم کرو اور سمندر کی مچھلیوں پر اور آسمان کے پرندوں پر اور سب چرندوں پر جو زمین پر چلتے ہیں سرداری کرو..... اور خداوند خدا نے عدن میں پورب کی طرف ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا..... اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیکر کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل کھایا کر، لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھانا کیونکہ جس دن تو اس سے کھائے گا تو ضرور مرے گا اور خداوند خدا نے کہا کہ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے میں اس کے لیے ایک ساتھی اس کی مانند بناؤں گا اور خداوند خدا نے میدان کے ہر ایک جانور اور آسمان کے پرندوں کو زمین سے بنا کر آدم کے پاس پہنچایا تاکہ دیکھے کہ وہ ان کے کیا نام رکھے سو جو آدم نے ہر ایک جانور کو کہا وہی اس کا نام ٹھہرا اور آدم نے سب مویشیوں اور آسمان کے پرندوں اور ہر ایک جنگلی جانور کا نام رکھا، پر آدم کو اس کی مانند کوئی ساتھی نہ ملا اور خداوند خدا نے آدم پر بھاری نیند بھیجی کہ وہ سو گیا اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی اور اس کے بدلے گوشت بھر دیا اور خداوند خدا اُس پسلی سے جو اُس نے آدم سے نکالی تھی ایک عورت بنا کے آدم کے پاس لایا اور آدم نے کہا کہ اب یہ میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے اس سبب سے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی ہے۔" (پیدائش باب ۱ و ۲)

یہ توراۃ کا نظریہ ہے جو اس نے پیدائش عالم کے متعلق دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ڈارون کی تھیوری انسانی پیدائش کے متعلق

اُنیسویں صدی عیسوی میں جب اس مسئلہ پر زیادہ غور کیا گیا اور علوم جدیدہ کے ذریعہ نئی نئی تحقیقاتیں ہوئیں تو سب سے پہلے ایک انگریز نے جس کا نام ڈارون تھا انسانی پیدائش کے متعلق ایک نئی تھیوری پیش کی، اس کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) انسان ارتقائی قانون کے مطابق بنا ہے یکدم اپنی موجودہ حالت کو نہیں پہنچا اور یہ خیال جو بائیبل میں پیش کیا گیا ہے کہ یکدم اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت میں ایک شخص کو بنا کر کھڑا کر دیا یہ درست نہیں بلکہ آہستہ آہستہ لاکھوں بلکہ کروڑوں سالوں میں انسان تیار ہوا ہے (۲) دوسرے اس نے یہ مسئلہ نکالا

کہ انسان نے جو ترقی کی ہے یہ جانوروں سے کی ہے پہلے دنیا میں چھوٹے جانور بنے پھر اس سے بڑے جانور بنے پھر اس سے بڑے جانور بنے اور پھر ان جانوروں میں سے کسی جانور سے ترقی کرکے انسان بنا، مگر جس جانور سے ترقی کرکے انسان بنا ہے وہ اب نہیں ملتا کیونکہ یہ کڑی غائب ہے ہاں اتنا پتہ چلتا ہے کہ اسی جانور کی ایک اعلیٰ قسم بندر ہے، گویا ڈارون نے دوسرا نظریہ یہ پیش کیا کہ انسان گو ارتقائی قانون کے مطابق بنا ہے مگر اس کا یہ ارتقاء بندروں کی قسم کے ایک جانور سے ہوا ہے جس کی آخری کڑی اب مفقود ہے جس میں سے بعض خاص قسم کے بندر اور انسان نکلے۔

پہلے امر کی دلیل کہ انسان یکدم اپنی موجودہ حالت کو نہیں پہنچا بلکہ ہزاروں لاکھوں سالوں میں تیار ہوا ہے وہ یہ دیتا ہے کہ مختلف زمانوں کے انسانوں کی جو کھوپریاں اور جسم وغیرہ ملے ہیں ان کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کھوپریوں اور جسموں کا آپس میں بہت بڑا فرق ہے پس یہ خیال کرنا کہ آج سے لاکھوں سال پہلے بھی انسان اسی طرح تھا جس طرح آج ہے غلط ہے اگر یہ بات صحیح ہوتی تو جسموں ہڈیوں اور کھوپریوں وغیرہ میں کوئی فرق نہ ہوتا، مگر انسانی جسم کی جو بہت پُرانی ہڈیاں نکلی ہیں ان ہڈیوں کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ہڈیوں اور موجودہ انسانی جسم کی ہڈیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسی طرح موجودہ انسانی دماغ اور پُرانے انسانی دماغ میں بھی بہت بڑا فرق نظر آتا ہے پس مختلف زمانوں کے انسانوں کی کھوپریوں اور جسم کی ہڈیوں کا اختلاف اس امر کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے کہ انسان ارتقائی قانون کے ماتحت بنا ہے یکدم اپنی موجودہ حالت کو نہیں پہنچا۔ دوسری دلیل اس فلسفہ کے معتقد اس ارتقاء کی یہ دیتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جب جنین کی ترقی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس جنین کو اپنی ابتدائی حالتوں میں مختلف قسم کے جانوروں سے مشابہت ہوتی ہے کبھی وہ جنین خرگوش سے مشابہ ہوتا ہے کبھی مچھلی سے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی کسی اور جانور سے یہ رحمِ مادر میں بچے کی پیدائش کی مختلف کیفیات دراصل ابتدائے خلق کی ہی کیفیات ہیں۔ یعنی پچھلے زمانہ میں جن جن جانوروں کی شکل میں سے انسان گذرا ہے۔ ان ساری شکلوں میں سے ایک بچے کو رحمِ مادر میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ تیسری دلیل اس ارتقاء کی یہ دی جاتی ہے کہ انسان اور دوسرے جانوروں میں ایسی کئی مشابہتیں پائی جاتی ہیں جو اس امر کو ثابت کرتی ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور انسان کو جسم اپنی منفردانہ حیثیت میں نہیں ملا بلکہ جانوروں کے جسم سے ترقی کرکے اُسے ایک اور جسم حاصل ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس امر کے ثبوت کے لیے گوریلا وغیرہ قسم کے بندروں کو دیکھ لیا جائے ان کی انسان سے اتنی شدید مشابہت ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا وہ الگ بنے ہیں اور یہ الگ، گویا ارتقاء کی تیسری دلیل وہ مشابہتیں دیتے ہیں جو انسان کو بعض دوسرے جانوروں سے اور دوسرے جانوروں کو آپس میں یا اپنے سے نیچے کے جانوروں سے ہیں۔

دوسرا دعویٰ ڈارون نے یہ کیا تھا کہ انسان اور بندر کا ارتقاء ایک جانور سے ہوا ہے جو اب مفقود ہے اس کے ثبوت میں وہ یہ امر پیش کرتا ہے کہ بندروں کی بعض اقسام کو انسان سے انتہائی مشابہت ہے مگر وہ کہتا ہے کہ درمیان میں ایک کڑی غائب ہوگئی ہے اور اس مفقود کڑی کا ثبوت وہ فاصلہ ہے جو طبعی طور پر بندروں کی موجودہ قسم اور انسان میں اور بندروں اور ان سے ادنیٰ قسم کے جانوروں میں نہ پایا جانا چاہیئے تھا مگر چونکہ ہمیں ایک طرف بندروں اور انسان میں انتہائی مشابہت نظر آتی ہے اور دوسری طرف بندروں اور ان سے نچلے درجہ کے جانوروں میں ایک فاصلہ نظر آتا ہے جو طبعی طور پر نہیں پایا جانا چاہیئے تھا اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ درمیان میں سے کوئی کڑی غائب ہوگئی ہے جس سے انسان اور بندر نے ترقی کرکے اپنی موجودہ شکل کو اختیار کیا، تبھی یہ زنجیر مکمل نہیں بنتی۔

ہیکل کا نظریہ انسانی پیدائش کے متعلق

ہیکل ایک اور مفکر ہے وہ ڈارون کے اس فلسفہ پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ وہ جانور جو ہمیں نہیں ملتا اس کا نام لیپوٹائیلو (LIPOTYLU) ہے۔ یہ جانور درمیان میں سے غائب ہوگیا ہے اگر یہ مل جائے تو وہ کڑی جو درمیان سے ٹوٹتی ہے مکمل ہو جائے اور انسانی ارتقاء کے مسئلہ میں کوئی بات مبہم نہ رہے۔ اس قسم کے اکثر مفکر گوریلا اور چمپینزی قسم کے بندروں کے آباء کو انسانی نسل کے آباء قرار دیتے ہیں۔

جب ڈارون نے انسانی پیدائش کے متعلق یہ فلسفہ پیش کیا تو انگریزوں میں سے ہی بعض نے اس فلسفہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ انسان اور گوریلا میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کی موجودگی میں کسی صورت میں بھی یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ گوریلا وغیرہ اقسام کے بندروں کے آباء ہی انسانی نسل کے آباء تھے اس پر ہکسلے نے انہی اختلافات کو جو انسان اور گوریلا میں ہیں اور جو پہلے ارتقاء کے خلاف پیش کیے جاتے تھے ارتقاء کے ثبوت میں پیش کر دیا اس طرح کہ اس نے کہا کہ جو اختلاف انسان اور گوریلا میں ہے اس سے بہت زیادہ اختلاف گوریلا اور بعض دوسری قسم کے بندروں میں ہے۔ اب بتاؤ کہ اس اختلاف کے باوجود تم ان سب کو بندر مانتے ہو یا نہیں۔ جب مانتے ہو تو اگر ارتقاء میں بعض بندر بعض دوسرے بندروں سے اس قدر دُور جا سکتے ہیں تو کیوں انسان گوریلا سے دُور نہیں جا سکتا۔ پس یہ اختلاف ارتقاء کے خلاف نہیں بلکہ اس کا ایک ثبوت ہے۔

موجودہ زمانہ کی تحقیق

موجودہ تحقیق جو قریب زمانہ میں ہوئی ہے اور جس کے مؤید ایک تو پروفیسر جونز ہیں اور ایک ڈاکٹر آسبرن۔ وہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ گو انسان نے ارتقائی قانون کے ماتحت ہی ترقی کی ہے مگر وہ حیوانات کی نسل سے بہت پہلے سے جُدا ہو چکا تھا اور اس وقت سے آزادانہ ترقی کر رہا تھا، گویا انسان کی جانوروں سے جُدائی اس بندر سے نہیں ہوئی جس بندر سے جُدائی ڈارون پیش کرتا ہے بلکہ اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی مگر بہر حال انسانی ترقی ارتقاء کے ماتحت ہوئی ہے یکدم نہیں ہوئی۔

انسانی تہذیب کے تین بڑے دَور

اس کے ساتھ ہی آثارِ قدیمہ والوں نے یہ دریافت کیا ہے کہ انسانی تہذیب پر تین دَور آئے ہیں (۱) ایک دَور تو پتھروں کے استعمال کرنے کا تھا یعنی ابتداء میں جب انسان نے تہذیب و تمدّن کے دَور میں اپنا پہلا قدم رکھا ہے تو اس وقت چونکہ یہ جانوروں سے ہی ترقی کرکے انسان بنا تھا اور اس کے پنجے نہیں تھے جن سے دوسرے جانور کام لے لیا کرتے ہیں اور نہ ان کی طرح اس کے تیز دانت تھے اس لیے اس نے اپنی حفاظت کیلئے پتھروں کا استعمال شروع کر دیا۔ پس پہلا دَور انسانی تہذیب پر پتھروں کے استعمال کا آیا ہے۔ (۲) پھر پیتل کے استعمال کا دَور آیا۔ یعنی جب انسان نے اور زیادہ ترقی کی تو اس نے اپنی حفاظت کے لیے ڈھالیں وغیرہ بنا لیں (۳) اور تیسرا دَور لوہے کے استعمال کرنے کا تھا جبکہ انسان نے اپنی حفاظت کے لیے نیزے اور تلواریں وغیرہ ایجاد کیں۔

آثارِ قدیمہ والوں نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ پُرانی عمارتوں کے کھودنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان قدیم زمانہ سے کسی نہ کسی تہذیب کا حامل ضرور رہا ہے۔

پیدائش انسانی کے متعلق قرآنی نظریہ!

اب میں اُن آثارِ قدیمہ کو پیش کرتا ہوں جنہیں قرآن کریم نے انسان کی پیدائش اور اس کی تہذیب کے بارہ میں پیش کیا۔ پہلا حوالہ اس بارہ میں سورۃ نوح کا ہے۔ جہاں آثارِ قدیمہ کی کچھ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا اَلَمْ تَرَوْا
كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَ
جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ
يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (سورۃ نوح رکوع ۱)

موجودہ زمانہ میں جو تحقیق انسانی پیدائش کے متعلق کی گئی ہے اس کے مقابلہ میں قرآنی کریم کی جو تحقیق ہے اس کا کچھ ذکر ان آیات میں ہے جو ابھی میں نے پڑھی ہیں، ان آیات میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے یہ کہلواتا ہے کہ اے انسانو! تمہیں کیا ہوگیا کہ تم یہ خیال نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بے حکمت کام نہیں کیا کرتا اور جب بھی وہ کوئی کام کرتا ہے حکمت سے کرتا ہے تم اپنے متعلق تو یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص تمہیں یہ کہے کہ تم نے فلاں کام بیوقوفی کا کیا اور اگر کوئی کہے تو اس پر بُرا مناتے ہو مگر تم خدا کے متعلق یہ کہتے رہتے ہو کہ اس نے انسان کو بغیر کسی غرض کے پیدا کر دیا، تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اتنی موٹی بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا اس نے تمہیں یکدم پیدا نہیں کیا بلکہ قدم بقدم کئی دَوروں میں سے گذارتے ہوئے بنایا ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَجَعَلَ الْقَمَرَ
فِيْهِنَّ نُوْرًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝

کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے کی مطابقت میں رہنے والا بنایا ہے اسی طرح اس نے چاند بنایا اس نے سورج بنایا۔

وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ
اِخْرَاجًا ۝

اور انہی دَوروں میں سے جن میں خدا تعالیٰ نے تمہیں گذارا، ایک دَور یہ بھی تھا کہ خدا نے تمہیں زمین میں سے نکالا اور آہستہ آہستہ تمہیں اپنے موجودہ کمال تک پہنچایا۔

پیدائشِ انسانی کے مختلف دَور

یہ ابتدائی پیدائش کا نقشہ ہے جو قرآن کریم نے کھینچا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ ارتقاء کا وہ مسئلہ جسے یورپ والے آج پیش کر رہے ہیں قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ظاہر کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ یہ صحیح نہیں کہ انسان یکدم پیدا ہو گیا یا خُدا نے یُوں کیا ہو کہ مٹی گوندھی اور اس سے ایک انسانی بُت بنا کر اس میں پھونک مار دی اور وہ چلتا پھرتا انسان بن گیا بلکہ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا اس نے کئی دَوروں میں سے گذارتے ہوئے تمہیں یہاں تک پہنچایا ہے وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا - اور یہ جو درجہ بدرجہ ترقی ہوئی ہے اس میں انسان کی پیدائش دراصل زمین سے شروع ہوتی ہے۔ پھر ہم اسے بڑھاتے بڑھاتے کہیں کا کہیں لے گئے ہیں گویا اسلام نے صاف طور پر آج سے تیرہ سو سال پہلے بتا دیا تھا کہ انسان یکدم نہیں بنا بلکہ وہ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا کے مطابق کئی دَوروں میں تیار ہوا ہے اور وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا کے مطابق سب سے پہلے وہ زمین سے تیار ہوا ہے مگر کیا ہی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم نے تو یہ دو باتیں پیش کی تھیں کہ انسان آہستہ آہستہ تیار ہوا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ زمین میں سے پیدا ہوا ہے مگر مسلمانوں نے ان دونوں باتوں کو رَدّ کر دیا اور ایک طرف تو انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یکدم بنا دیا تھا اور دوسری طرف اس امر کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے انسان کو زمین میں سے تیار کیا ہے یہ کہنا شروع کر دیا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے جنتِ سماوی میں پیدا کیا پھر زمین پر پھینک دیا اور تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک روحوں کی تھیلی ہے وہ جس شخص کو زمین پر بھیجنا چاہتا ہے اس کی روح چھوڑ دیتا ہے گویا جس طرح بٹیرے پکڑنے والے اپنی تھیلیوں میں سے ایک ایک بٹیرہ نکالتے جاتے ہیں۔ اسی طرح خدا پہلے ایک رُوح چھوڑتا ہے پھر دوسری پھر تیسری گویا اس زمانہ کے علماء نے یہ ٹھیکہ لے لیا ہے کہ قرآن کریم میں جو بات لکھی ہو گی اس کے وہ ضرور خلاف کریں گے۔

اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تسلیم کیا ہے کہ انسانی پیدائش آہستگی سے ہوئی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں حکمت تھی۔ اگر پیدائش اس رنگ میں نہ ہوتی تو بہت سے نقائص رہ جاتے مگر آج کل کے علماء اس بارہ میں جو کچھ عقیدہ رکھتے ہیں اس کا پتہ اس سے لگ جاتا ہے کہ مولوی سیّد سرور شاہ صاحب سنایا کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے ایک استاد نے لڑکوں کو بتایا کہ دنیا میں جو ہمیں بہت بڑا تفاوت نظر آتا ہے، کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت اور کوئی درمیانی صورت رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ آؤ میں انسان بنانے کا کسی کو ٹھیکہ دے دُوں چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کو ٹھیکہ دیدیا اور ان سے کہا کہ میں شام تک تم سے اتنے آدمی لے لُوں گا خیر پہلے تو وہ شوق اور محنت سے کام کرتے رہے اور انہوں نے بڑی محنت سے مٹی گوندھی پھر نہایت احتیاط سے لوگوں کے ناک کان آنکھ منہ اور دوسرے اعضاء بنائے اور اس طرح دوپہر تک بڑی سرگرمی سے مشغول رہے، اس دَوران میں جو آدمی ان کے ذریعہ تیار ہو گئے وہ نہایت حسین اور خوبصورت بنے مگر جب دوپہر ہو گئی اور انہوں نے دیکھا کہ ابھی کام بہت رہتا ہے اور وقت تھوڑا رہ گیا ہے تو انہوں نے جلدی جلدی کام شروع کر دیا اور کچھ زیادہ احتیاط اور توجہ سے کام نہ لیا اور اس طرح عصر تک کام کرتے رہے اس دَوران میں جو لوگ تیار ہوئے وہ درمیانی شکلوں کے تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ عصر ہو گئی ہے اور اب سورج غروب ہی ہونے والا ہے اور ٹھیکہ کے مطابق تعداد تیار نہیں ہوئی تو انہوں نے یوں کرنا شروع کر دیا کہ مٹی کا گولہ اُٹھائیں اور اسے اور دو تھپکیاں دیکر بُت بنا کر مُنہ کی جگہ ایک انگلی مار دیں اور آنکھوں کی جگہ دو انگلیاں اور اس طرح جلدی جلدی آدمی بناتے جائیں یہ آدمی بدصورت بنے جو بدصورت قوموں کے آباء ہو گئے۔

اب یہ ہے تو دین سے تمسخر اور استہزاء مگر حقیقت یہ ہے کہ عام طور پر مسلمانوں اور عیسائیوں میں پیدائش انسانی کے متعلق ایسے ہی خیالات رائج ہو چکے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی طرح بنایا ہے کہ مٹی کو گوندھا اور انسانی بت بنا کر اس کے سوراخ بنا دیئے اور پھر ایک پھونک ماری اور وہ جیتا جاگتا انسان بن گیا، مگر اسلام یہ نہیں کہتا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم نے تم کو کئی دَوروں سے گذارا ہے اور خاص حکمت کو مدنظر رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ بنایا ہے یہ نہیں کہ تمہیں یکدم بنا دیا ہو۔ دوسری بات قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسانی پیدائش کا دَورِ اوّل عدم تھا۔ یہ

انسانی پیدائش کا دَورِ اوّل عدم سے شروع ہوا

اختلاف دنیا میں ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ دنیا کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ آریہ کہتے ہیں کہ مادہ جس سے تمام دنیا کی تخلیق ہوئی ہے ازلی ہے۔ خدا نے صرف اتنا کیا ہے کہ مادہ اور رُوح کو جوڑ جاڑ دیا اور اس طرح انسان بن گیا، مگر قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ عقیدہ غلط ہے مادہ ازلی نہیں بلکہ اسے خدا نے پیدا کیا ہے اور یہ کہ پہلے کچھ نہ تھا پھر خدا نے انسان کو پیدا کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے :۔

أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (مریم رکوع ۵)

کہ کیا انسان کو یہ بات معلوم نہیں کہ ہم نے جب اسے پیدا کیا تو وہ اس وقت کوئی شے بھی نہیں تھا۔ آجکل کی پیدائش اور قسم کی ہے آجکل نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے اس آیت میں جس خلق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ موجودہ دَور سے بہت پہلے کی ہے۔ گویا ابتدائی حالت انسان کی عدم تھی۔ پھر خدا اسے عالمِ وجود میں لایا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ عدم سے وجود پیدا ہوا بلکہ وہ کہتا ہے کہ پہلے عدم تھا پھر وجود ہوا۔ یہ دھوکا زیادہ تر "سے" کے لفظ سے لگتا ہے کیونکہ "سے" کا لفظ اُردو زبان میں مادہ کے متعلق استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں لکڑی سے کھلونا بنایا یا لوہے سے زنجیر بنائی۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پہلے لکڑی اور لوہا موجود تھا جس سے اور چیزیں بنائی گئیں۔ اس لیے جب مسلمانوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عدم سے بنایا تو غیر مذہب والے اعتراض کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ جب کچھ بھی نہیں تھا تو اس سے خدا نے انسان کو بنایا کس طرح۔ پس یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ عدم سے انسان بنا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ پہلے عدم تھا پھر اس کا وجود ہوا۔ پس خدا نے عدم سے انسان کو نہیں بنایا بلکہ اپنے حکم کے ماتحت بنایا ہے مگر یہ کہ اُسے کس طرح بنایا ہے اس کا ذکر خدا تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس کے سمجھنے کی انسان میں قابلیت نہیں۔ اگر انسان اس کو سمجھ سکتا تو وہ بھی انسان بنانے پر قادر ہوتا۔

وجودِ انسانی کے دَورِ ثانی کی کیفیت

انسان کا دَورِ ثانی قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں انسانی وجود تو تھا مگر بلا دماغ کے۔ گویا انسانی وجود تو تھا مگر انسان نہ تھا اور نہ اسکی حالت کو سوچنے والا کوئی دماغ تھا، گویا دماغی ارتقاء سے پہلے کی حالت میں تھا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس وقت جمادی رنگ میں تھا یا نباتی رنگ میں۔ مگر بہرحال خواہ وہ اس وقت جمادی رنگ میں ہو، خواہ نباتی رنگ میں۔ حیوانی رنگ میں نہیں تھا اور اس کا پتہ بھی قرآن کریم سے لگتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا (سورۃ دہر ع ۱)

کہ کیا انسان کو یہ معلوم ہے یا نہیں کہ انسان پر یقیناً ایک ایسا زمانہ گذر چکا ہے جبکہ وجودِ انسانی تو موجود تھا مگر مذکور نہیں تھا وہ یاد نہیں کیا جاتا تھا۔ گویا جس شناخت جو انسان میں موجود ہے وہ اس وقت نہیں تھی ایک وجود موجود تھا مگر بغیر عقل اور بغیر شعور کے ایک دوسرے کے متعلق اسے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اسے کوئی علم نہ تھا کیونکہ یہ باتیں دماغ سے تعلق رکھتی ہیں اور دماغ دَورِ ثانی میں نہیں تھا۔

انسانی پیدائش کا تیسرا دَور

تیسرا دَور قرآن کریم سے انسانی پیدائش کے متعلق وہ معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی شکل میں آیا کہ اس کی پیدائش نطفہ سے ہونے لگی یعنی مرد و عورت کے تعلق سے اور اس وقت سے اس کے مزاج میں تنوّع پیدا ہوا حیوانوں میں سے بھی بعض حیوان نر و مادہ نہیں ہوتے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر انسان پر وہ دَور آیا جبکہ اُسے نر و مادہ میں تقسیم کر دیا گیا یعنی حیوان بنا اور حیوان سے ترقی کر کے اس حالت کو پہنچا کہ جب تناسل نطفہ سے شروع ہو جاتی ہے جو بات کہ اعلیٰ درجہ کے حیوانوں میں پائی جاتی ہے اور پھر اس سے ترقی کر کے وہ ایسا حیوان بنا جو نطفہ امشاج سے بنتا ہے یعنی اس کے اندر مختلف قوی پیدا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ - (دھر ع ۱) کہ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا جو مرکب تھا اور جس کے اندر بہت سے اجزاء ملائے گئے تھے کیونکہ ہم نے اس سے مرکب قسم کا کام لینا تھا۔ پس چونکہ ہم نے اس سے مرکب کام لینا تھا اس لیے ہم نے نطفہ میں بھی مرکب طاقتیں رکھ دیں۔ یہ تیسرا دَور ہے جو انسانی پیدائش پر آیا۔

انسانی پیدائش کا چوتھا دَور

چوتھا دَور انسانی پیدائش پر وہ آیا جبکہ انسانی دماغ کامل ہو گیا اور اس میں سمجھ اور ترقی کا مادہ پیدا ہو گیا گویا اب دماغی ارتقاء اور

دماغی قوتوں کے ظہور کا زمانہ آگیا اور وہ سامع اور باصر وجود سے سمیع اور بصیر وجود بنا چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ اس دَور میں جبکہ انسانی پیدائش نطفہ سے ہونے لگ گئی تھی اور وہ ذکر و اُنثیٰ بن گئے تھے ابھی ان میں انسانیت نہیں آئی تھی بلکہ حیوانیت ہی تھی کیونکہ گو نر و مادہ کی تمیز پیدا ہوگئی تھی مگر یہ تمیز حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے اس طرح گو اُس دَور میں انسان باصر اور سامع تھا جیسا کہ حیوان بھی باصر اور سامع ہوتا ہے حیوان بھی دوسروں کو دیکھتا اور حیوان بھی آہٹ کو سُن لیتا ہے پس اس دَور میں وہ ایک حیوان تھا مگر اس کے بعد دَور رابع اس پر وہ آیا جبکہ دماغی اور ذہنی ارتقاء کی وجہ سے تحقیق اور تجسّس کا مادہ اس میں پیدا ہوگیا اور وہ بصیر اور سمیع بن گیا۔ دیکھتا تو ایک جانور بھی ہے مگر وہ باصر ہوتا ہے بصیر نہیں ہوتا۔ بصیر وہ ہوتا ہے جو عقل سے کام لے اور کرید تحقیق اور ایجاد کا مادہ اس میں موجود ہو اور یہ انسانی صفات ہی ہیں حیوانی نہیں پس چوتھا دَور انسان پر وہ آیا جبکہ وہ سامع اور باصر وجود سے سمیع و بصیر بنا یعنی کرید تحقیق ایجاد اور ترقی کا مادہ اس میں پیدا ہوگیا اور وہ حیوانی حالت سے ترقی کرکے حیوانِ ناطق بن گیا۔

یہ سب دَوروں کی ابتدائی کڑیاں ہیں، درمیانی زمانوں کا ذکر خدا تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں وہ ضروری باتوں کا ذکر کر دیتا اور باقی امور کی دریافت کو انسانی عقل پر چھوڑ دیتا ہے پس ان چار دَوروں کا یہ مطلب نہیں کہ انسان پر یہی چار دَور آئے بلکہ یہ چار دَوروں کی ابتدائی کڑیاں ہیں ان کے درمیان اور بھی بہت سی کڑیاں ہیں چنانچہ بعض درمیانی کڑیوں کا حال بھی قرآن کریم کی بعض اور آیات سے معلوم ہوتا ہے مثلاً فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا (فاطر ع)

پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (نوح ع) کہ خدا نے تمہیں زمین میں سے نکالا ہے اور یہاں یہ فرمایا ہے کہ خدا نے تمہیں خشک مٹی میں سے پیدا کیا ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ پھر نطفہ سے پیدا کیا یہاں پھر درمیانی دَوروں اور درمیانی دَوروں کی مختلف کڑیوں کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ مَیں آگے چلکر ثابت کرونگا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ میں بعض دَور چھوڑ دیے ہیں۔ غرض فرماتا ہے پھر ہم نے نطفہ بنایا اور تم نر و مادہ سے پیدا ہونے لگ گئے ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا پھر اسمیں تم کو انسانِ کامل بنایا، ایک ایسا انسان جو تمدنی صورت اختیار کر گیا اور باقاعدہ نظام میں منسلک ہوگیا۔

لفظ ازواج کی تشریح

یہاں ازواج کے معنے مرد عورت کے نہیں کیونکہ پہلے نطفے کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا اس نے تمکو ازواج بنایا اگر ازواج کے معنے مرد عورت کے ہی ہوں تو ان الفاظ کے الگ لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ نطفہ کے ذکر میں ہی یہ بات آسکتی تھی کیونکہ نطفہ سے اسی وقت پیدائش ہوتی ہے جب مرد عورت دونوں موجود ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے پہلے نطفہ کا ذکر کیا ہے اور اسکے بعد فرمایا ہے کہ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ازواج سے مراد مرد و عورت نہیں بلکہ کچھ اور مراد ہے حقیقت یہ ہے کہ یہاں اَزْوَاجًا سے مراد اقسام ہیں نہ کہ مرد و عورت، ورنہ نطفہ تو ہوتا ہی زوج کے ملنے سے ہے اور اس کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ زوج کے معنے عربی زبان میں صنف کے بھی ہوتے ہیں اور یہی معنے اس جگہ مراد ہیں، پس اَزْوَاجًا سے مراد اصنافاً ہیں نہ کہ مرد و عورت اور مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری دماغی ترقی ہوئی تو تم میں مختلف قسم کے گروہ پیدا ہوگئے اور پارٹیاں بننی شروع ہوگئیں غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ پہلے انسان تُرابی حالت میں تھا یعنی جمادی حالت میں، پھر اس پر ایک زمانہ آیا (درمیانی زمانہ کا ذکر اس جگہ چھوڑ دیا ہے) کہ وہ حیوانی صورت اختیار کر گیا اور مرد و عورت سے اس کی پیدائش ہونے لگی (پھر درمیانی زمانہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے) پھر وہ زمانہ آیا کہ وہ ترقی کرکے تمدنی صورت اختیار کر گیا اور باقاعدہ ایک نظام میں منسلک ہوگیا۔

اسی طرح درمیانی کڑیوں میں سے ایک کڑی طینی حالت بھی ہے جبکہ تراب سے پانی ملا، چنانچہ حیاتِ انسانی کا مادہ پانی ہونے کے متعلق فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (الانبیاء ع) کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی ہے اگر پانی نہ ہوتا تو حیاتِ انسانی کا مادہ بھی پیدا نہ ہوتا، پھر یہ کڑی کہ پانی مٹی سے ملا اور اس سے پیدائش ہوئی اس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (سجدہ ع)

کہ خدا نے انسان کو طین سے پیدا کیا۔ گویا پانی اور مٹی باہم ملائے گئے اور ان دونوں کے ملانے سے جو حالت پیدا ہوئی اس کے نتیجہ میں زندگی کا ذرّہ پیدا ہوا اور ترقی کرتے کرتے انسان اپنے معراجِ کمال کو پہنچ گیا۔

اس بات کا ثبوت کہ کڑیاں درمیان سے حذف بھی کر دی جاتی ہیں اس بات سے ملتا ہے کہ اوپر کی آیت میں بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش اوّل طین سے ہوئی اس کے بعد فرماتا ہے:۔

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِنْ مَآءٍ مَهِيْنٍ (سجدہ ع) کہ پیدائشِ ثانی طین سے نہیں بلکہ مَآءٍ مَهِيْنٍ یعنی نطفہ سے ہوئی ہے اور ہم نے بجائے مٹی اور پانی کے نسلِ انسانی کے لیے نطفہ کا سلسلہ جاری کر دیا۔ جیسا کہ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَآءٍ مَهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَكِيْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَعْلُوْمٍ (المرسلات ع)

یعنی کیا ہم نے تم کو ایک کمزور اور حقیر پانی کی بوند سے پیدا نہیں کیا اور پھر اس کمزور اور حقیر بوند کو ایک قرار و ثبات کی جگہ میں ایک زمانہ تک رکھ کر پیدا نہیں کیا۔ پس صاف معلوم ہوگیا کہ مٹی کی حالت ایک وقت کی تھی پھر وہ وقت آیا جبکہ مٹی اور پانی ملایا گیا، مگر نسلِ انسانی جو پیدا ہوئی ہے یہ مٹی سے نہیں بلکہ نطفہ سے ہوئی ہے پس مٹی والا زمانہ اَور ہے پانی والا زمانہ اَور ہے اَور نطفے والا زمانہ اور ہے۔

پیدائش انسانی کے متعلق عام قرآنی اصول

پھر عام اصول پیدائش کا قرآن کریم نے یہ بتایا کہ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى مِنْ نُطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى (النجم ع) کہ دیکھو تمہاری ابتداء خدا سے ہوئی اور تمہاری انتہاء بھی خدا تک جاتی ہے تمہاری حالت ایسی ہی ہے جیسے قوس کے درمیان وتر ہوتا ہے جس طرح کمان کو خم دیدیا جائے تو اس کے دونوں اطراف آپس میں مل جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم اپنی پیدائش کی طرف چلتے چلے جاؤ اور دیکھو کہ تم کس طرح پیدا ہوئے تو تمہیں ایک خدا اس تمام خلق کے پیچھے نظر آئے گا اور اگر تم دیکھو کہ مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے تو وہاں بھی تمہیں خدا ہی دکھائی دیگا، گویا انسان کی پیدائش بھی خدا تعالیٰ سے شروع ہوتی ہے اور اس کی انتہاء بھی خدا تعالیٰ پر ہے اور باریک در باریک ہوتے ہوئے آخر خدا تعالیٰ پر سببِ اُولیٰ ختم ہو جاتا ہے۔

یہ اوپر کی آیات جو مَیں نے پڑھی ہیں ان سے یہ نتائج نکلتے ہیں کہ (۱) انسان مادۂ ازلی نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے پیدا کیا گیا ہے (۲) دوسرے یہ کہ انسان کی پیدائش ارتقاء سے ہوئی ہے یہ نہیں ہوا کہ وہ یکدم پیدا ہوگیا ہو۔ (۳) تیسرے یہ کہ انسان انسان کی حیثیت سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں کہ بندروں کی کسی قسم سے ترقی کرکے انسان بنا جیسا کہ ڈارون کہتا ہے (۴) چوتھے یہ کہ پہلے وہ جمادی دَور سے گذرا ہے یعنی ایسی حالت سے جو جمادات والی حالت تھی۔ (۵) پانچویں یہ کہ اس کے بعد وہ حیوانی حالت میں آیا جبکہ اس میں زندگی پیدا ہوگئی تھی، لیکن ابھی اس میں عقل پیدا نہ ہوئی تھی۔ وہ جانوروں کی طرح چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا (۶) اس کے بعد اس میں عقل پیدا ہوئی اور وہ حیوانِ ناطق ہوگیا مگر ابھی چونکہ اس میں کچھ کسر باقی تھی اس لیے پھر (۷) اُس نے اور زیادہ ترقی کی اور وہ اس حالت سے بڑھکر متمدن انسان ہوگیا جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا (فاطر ع) میں کیا ہے یعنی انفرادی ترقی کی جگہ نظام اور قانون کی ترقی نے لے لی اور پارٹی سسٹم شروع ہوگیا اور اب بجائے اس کے کہ ہر انسان الگ الگ کام کرتا جیسے بندر اور سؤر اور کتے وغیرہ کرتے ہیں۔ انسان نے مل کر کام کرنا شروع کر دیا اور نظام اور قانون کی ترقی شروع ہوئی۔

یہ چار بڑے بڑے دَور ہیں جو قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں یعنی (۱) **جمادی دَور** (۲) **حیوانی دَور** (۳) **عقل کا دَور** اور (۴) **متمدن انسان کا دَور**۔ ان کے درمیان اور بھی کڑیاں ہیں، لیکن وہ حذف کر دی گئی ہیں۔

اس تمہید کے بعد مَیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انسانی دَور دراصل وہی کہلا سکتا ہے جبکہ بشر نے عقل حاصل کی جب تک اسے عقل حاصل نہیں تھی وہ ایک حیوان تھا۔ گو خدا کے مدنظر یہی تھا کہ وہ اسے ایک باشعور اور متمدن انسان بنائے مگر بہرحال جب تک اس میں عقل نہیں تھی وہ انسان نہیں کہلا سکتا تھا اس وقت اس کی ایسی ہی حالت تھی جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو وہ انسانی بچہ ہی ہوتا ہے، کُتا نہیں ہوتا مگر چونکہ اس میں ابھی بہت کچھ کمزوری ہوتی ہے اس لیے وہ کامل انسان بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح انہیں انسانی شکل تو حاصل تھی مگر انسانیت کے کمالات انہوں نے حاصل نہیں کئے تھے اور نہ ابھی تک ان میں عقل پیدا ہوئی تھی، انسان کہلانے کا وہ اسی وقت مستحق تھا جبکہ اس نے عقل حاصل کی، لیکن اس دَور کو بھی حقیقی معنوں میں دَورِ انسانیت نہیں کہا جا سکتا۔

کیونکہ انسان کی کامل خصوصیت عقل نہیں بلکہ نظام اور قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنا ہے اور یہی انسانی پیدائش کا مقصود ہے اسی لیے میں اصطلاحاً عقل والے دَور کو بشری دَورِ اوّل کہوں گا اور نظام والے دَور کو انسانی دَور کہونگا۔ یعنی پہلے دَور میں وہ صرف بشر تھا اور دوسرے دَور میں بشر و انسان دونوں اُس کے نام تھے۔

آدمؑ سب سے پہلا کامل انسان تھا

اس وقت تک جو مضمون بیان ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا عقلی دَور دو حصوں میں منقسم تھا ایک حصّہ تو وہ تھا کہ اس میں عقل تو تھی مگر انفرادی حیثیت رکھتی تھی تمدنی حِس نے ترقی نہ کی تھی اور وہ اکیلے اکیلے یا جوڑوں کی صورت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ دوسرا دَور وہ آیا جبکہ تمدنی حِس ترقی کر گئی تھی اور وہ ایک قانون کے تابع ہونے کا اہل ہو گیا یعنی وہ اس بات کے لیے تیار ہو گیا کہ ایک قانون کے ماتحت رہے جب قانون یہ فیصلہ کر دے کہ کسی پر حملہ نہیں کرنا تو ہر ایک کا فرض ہو کہ کسی پر حملہ نہ کرے، جب قانون یہ فیصلہ کر دے کہ فلاں کو یہ سزا ملنی چاہیئے تو اس کا فرض ہو کہ وہ اس سزا کو بخوشی برداشت کرے، جب یہ حِس اس میں ترقی کر گئی اور وہ قانون کے تابع ہونے کا اہل ہو گیا تو اس وقت وہ انسانِ کامل بنا اور قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ جب انسانوں کے اندر یہ مادہ پیدا ہو گیا کہ وہ نظام اور قانون کی پابندی کریں اور انسانی دماغ اپنی تکمیل کو پہنچ گیا تو اس وقت سب سے پہلا شخص جس کا دماغ نہایت اعلیٰ طور پر مکمل ہوا اس کا نام آدم تھا گویا آدم جو خلیفۃ اللہ بنا وہ نہیں جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اسے مٹی سے گوندھا اور پھر اس میں پھونک مار کر اسے یکدم چلتا پھرتا انسان بنا دیا بلکہ جب انسانوں میں تمدنی روح پیدا ہو گئی تو اس وقت جو شخص سب سے پہلے اس مقام کو پہنچا اور جس کے دماغی قویٰ کی تکمیل سب سے اعلیٰ اور ارفع طور پر ہوئی اس کا نام خدا تعالیٰ نے آدم رکھا، مگر جب دیر سے ایک طریق چلا آرہا ہو اُس میں تبدیلی لوگ آسانی کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے اسی لیے جب کامل انسانیت کی ابتدا ہوئی ناقص انسانوں کا بقیہ اس کے ساتھ تعاون کرنے سے قاصر تھا۔ کیونکہ گو اُن میں عقل تھی مگر مادہ تعاون و تمدن ان میں مکمل نہ تھا۔ پس یقیناً اس وقت بہت بڑا فساد ہوا ہوگا جیسے اگر ایک سدھا ہوا گھوڑا بے سدھے گھوڑے کے ساتھ جوت دیا جائے تو دونوں مل کر کام نہیں کر سکتے، بے سدھا گھوڑا لاتیں مارے گا، اُچھلیگا، کودیگا اور وہ کوشش کریگا کہ نکل کر بھاگ جائے اسی طرح اس وقت بعض لوگ متمدن ہو چکے تھے اور بعض کہتے تھے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اکٹھے رہیں اور قانون کی پابندی کریں۔

لفظِ آدم میں حکمت

قرآن کریم نے جو پہلے کامل انسان کا نام آدم رکھا تو اس میں بھی ایک حکمت ہے، عربی زبان میں آدم کا لفظ دو مادوں سے نکلا ہے، ایک مادہ اس کا ادیم ہے اور ادیم کے معنے سطح زمین کے ہیں اور دوسرا مادہ اُدْمَۃٌ ہے اور اُدْمَۃٌ کے معنے گندمی رنگ کے ہیں یعنی آدم کے معنے سطح زمین پر رہنے والے یا گندمی رنگ والے کے ہیں اور دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ کھلی ہوا اور زمین پر رہنے کی وجہ سے دھوپ کے اثر سے اس کے رنگ پر اثر پڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب آدم کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے تمدن کی بنیاد رکھی تو اس وقت آدم اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بجائے زمین کی غاروں میں رہنے کے ہمیں سطح زمین کے اوپر رہنا چاہیئے اور پندرہ پندرہ بیس بیس گھروں کا ایک گاؤں بنا کر اس میں آباد ہو جانا چاہیئے اس سے پہلے تمام انسان غاروں میں رہتے تھے اور چونکہ سطح زمین پر اکیلے اکیلے رہنے میں خطرہ ہو سکتا تھا کہ کوئی شیر یا چیتا حملہ کرے اور انسانوں کو پھاڑ دے اس لیے وہ آسانی کے ساتھ سطح زمین پر رہنے کو برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ تبھی سطح زمین پر رہنا برداشت کر سکتے تھے جبکہ بہت سے آدمی ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ متحدہ طاقت سے خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں مگر یہ صورت اسی وقت ہو سکتی تھی جب انسانوں میں اکٹھا رہنے کی عادت ہو اور وہ ایک قانون اور نظام کے پابند ہوں۔ جب تک وہ ایک نظام کے عادی نہ ہوں۔ اس وقت تک وہ اکٹھے کس طرح رہ سکتے تھے۔ پس اس وقت آدم اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم آئندہ غاروں میں نہیں رہیں گے بلکہ کھلے مکانوں میں رہیں گے اور چونکہ انہوں نے باہر سطح زمین پر رہنے کا فیصلہ کیا اس لیے ان کا نام آدم ہوا یعنی سطح زمین پر رہنے والے اور کھلی ہوا میں رہنے کا یہ لازمی نتیجہ ہوا کہ ان کا رنگ گندمی ہو گیا۔

پس آدم اس کا نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ کھلی زمین میں مکان بنا کر رہنے لگا اور کھلی زمین پر رہنے کے سبب سے اس کا جسم گندمی رنگ کا ہو گیا جیسا کہ سورج کی شعاعیں پڑنے سے ہو جاتا ہے اور ادیم اور اُدْمَۃٌ جو لفظِ آدم کے مادے ہیں، ان دونوں کا مفہوم بھی ایک ہی ہے یعنی کھلی ہوا اور زمین پر رہنے کی وجہ سے اس کے رنگ پر اثر پڑا۔

زمانہ آدم کی تمدنی حالت

اس آدم کے زمانہ میں لازماً بشری دَورِ اوّل کے زمانہ کے بھی کچھ لوگ تھے جو تمدنی قوانین کی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور لازماً وہ سطحِ زمین پر سہولت سے نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ جو طاقت مجموعی طاقت سے مل سکتی ہے اور جو انسان کو کھلے میدانوں میں رہنے میں مدد دیتی ہے وہ انہیں حاصل نہ تھی پس وہ غاروں میں رہتے تھے جیسا کہ جانور وغیرہ رہتے ہیں اور چونکہ ان میں تمدن نہ تھا ان کے لیے کوئی قانون بھی نہ تھا، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں جب یہ فیصلہ کیا گیا کہ لوگ سطح زمین پر رہیں اور غاروں میں رہنا چھوڑ دیں، تو وہ لوگ جو سطح زمین پر نہیں رہنا چاہتے تھے انہوں نے آپ کی مخالفت کی۔ جیسے افریقہ کے حبشی پہلے ننگے رہا کرتے تھے، شروع شروع میں جب انگریز آتے ہیں تو انہوں نے کوشش کی کہ حبشیوں کو کپڑے پہناتے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے دروازوں پر آدمی مقرر کر دیئے اور انہیں کپڑے دیکر حکم دیدیا کہ جب کوئی حبشی شہر کے اندر داخل ہونا چاہے تو اسے کہا جاتے کہ وہ ننگا شہر میں داخل نہ ہو بلکہ تہہ بند باندھکر اندر جاتے، چونکہ وہ ہمیشہ سے ننگے رہتے چلے آتے تھے اور کپڑے پہننے کی انہیں عادت نہ تھی۔ اس لیے وہ بڑے لڑتے اور کہتے کہ ہم سے یہ بے حیائی برداشت نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم کپڑے پہن کر شہر میں داخل ہوں، ہمارے بھائی بند اور دوست ہمیں دیکھیں گے تو کیا کہینگے مگر انہیں کہا جاتا کہ ننگے جانے کی اجازت نہیں۔ کپڑے پہن لو اور چلے جاؤ، چنانچہ مجبوراً وہ کپڑے پہنتے مگر جب شہر میں سے گذرتے تو اِدھر اُدھر کنکھیوں سے دیکھتے بھی جاتے کہ کہیں ان کا کوئی دوست انہیں اس بے حیائی کی حالت میں دیکھ تو نہیں رہا، چنانچہ بڑی مشکل سے وہ شہر میں کچھ وقت گذارتے اور جب شہر سے باہر نکلنے لگتے تو ابھی پچاس ساٹھ قدم کے فاصلہ پر ہی ہوتے تو تہہ بند اُتار کر زور سے پھینک دیتے اور ننگے بھاگتے ہوئے چلے جاتے۔ تو جس چیز کی انسان کو عادت نہیں ہوتی اس سے وہ گھبراتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی چونکہ ایسے لوگ تھے جو قانون کی پابندی نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہوں نے سطح زمین پر رہنا پسند نہ کیا اور وہ بدستور غاروں میں رہتے رہے۔ جنس ایک ہی تھی، لیکن اس کا ایک حصہ تو سطح زمین پر آ گیا مگر دوسرا سطح زمین پر نہ آیا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح انسانِ کامل باہر رہنے کی وجہ سے آدم نام پانے کا مستحق بنا اسی طرح انسان ناقص غاروں میں رہنے کی وجہ سے "جن" نام پانیکا مستحق ہوا، کیونکہ جن کے معنی پوشیدہ رہنے والے کے ہیں۔ پس اس وقت نسلِ انسانی کے دو نام ہو گئے ایک وہ جو آدم کہلاتے تھے اور دوسرے وہ جو جن کہلاتے تھے۔ آدم کے ساتھ تعلق رکھنے والے جو لوگ تھے انہوں نے میدان میں جھونپڑیاں بنائیں۔ مکانات بناتے اور مل جُل کر رہنے لگ گئے۔ پس سطح زمین پر رہنے اور سورج کی شعاعوں اور کھُلی ہوا میں رہنے سے گندم گوں ہو جانے کی وجہ سے وہ آدم کہلاتے، اسی طرح وہ انسان بھی کہلائے کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے اُنس کرتے اور متمدن اور مہذب انسانوں کی طرح زمین پر مل جُل کر رہتے اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے، اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگ جو گو اسی جنس میں سے تھے مگر چونکہ وہ قربانی کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے اور غاروں میں چھپ کر رہتے اس لیے وہ جن کہلاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں بعد میں بھی بڑے آدمی جو اندر چھپ کر رہتے ہیں انہیں جن کہا جانے لگا کیونکہ ان کی ڈیوڑھیوں پر دربان ہوتے ہیں اور ہر شخص آسانی سے اندر نہیں جا سکتا۔ اسی طرح غیر اقوام کے افراد کو بھی "جن" کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں صاف الفاظ میں غیر قوموں کے افراد کے لیے بھی جن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر چونکہ یہ تفصیل کا وقت نہیں اس لیے میں وہ آیات بیان نہیں کر سکتا، ورنہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مَیں نے قرآن کریم سے ایسے قطعی اور یقینی ثبوت نکال لیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جن کا لفظ انسانوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مَیں نے اُن آدمیوں کا بھی پتہ لے لیا ہے جنہیں قرآن کریم میں "جن" کہا گیا۔ ان شہروں کا بھی پتہ لے لیا ہے جن میں وہ جن رہتے تھے اور تاریخی گواہیاں بھی اس امر کے ثبوت کے لیے مہیا کر لی ہیں کہ وہ "جن" انسان ہی تھے کوئی غیر مرئی مخلوق نہ تھی۔

اب میں آیاتِ قرآنیہ سے اُن مسائل کے دلائل بیان کرتا ہوں جن کا اس وقت مَیں نے ذکر کیا ہے۔

آدم پہلا بشر نہیں

میرا پہلا دعویٰ یہ تھا کہ قرآن کریم سے یہ امر ثابت ہے کہ آدم پہلا بشر نہیں، یعنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے یکدم پیدا کر دیا ہو اور پھر اس سے نسلِ انسانی کا

آغاز ہوا ہو، بلکہ اس سے پہلے بھی انسان موجود تھے، چنانچہ اس کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں آدم کے ذکر میں فرماتا ہے کہ اس نے فرشتوں سے کہا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ ع۴)

میں زمین میں ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اگر آدم پہلا شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اسے فرشتوں سے یوں کہنا چاہیئے تھا کہ میں زمین میں ایک شخص کو پیدا کرنے والا ہوں، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ میں پیدا کرنے والا ہوں بلکہ یہ کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اور لوگ پہلے سے زمین میں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے آدم کو اپنا خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ پس یہ پہلی آیت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق آتی ہے اور یہاں پیدائش کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

دوسری آیت جس سے اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی آدمی موجود تھے سورۃ اعراف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

یعنی ہم نے بہت سے انسانوں کو پیدا کیا۔ پھر اُن کو کمل کیا۔ پھر ان کے دماغوں کی تکمیل کی اور انہیں عقل والا انسان بنایا اور پھر ہم نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ یہ نہیں کہا کہ میں نے آدم کو پیدا کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں۔ بلکہ یہ فرماتا ہے کہ اے نسلِ انسانی میں نے تم کو پیدا کیا اور صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ صَوَّرْنَاكُمْ میں نے تمہیں ترقی دی۔ تمہارے دماغی قویٰ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور جب ہر لحاظ سے تمہاری ترقی مکمل ہوگئی تو میں نے ایک آدمی کھڑا کر دیا اور اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کئی انسان پیدا ہو چکے تھے کیونکہ خَلَقْنَاكُمْ اور صَوَّرْنَاكُمْ پہلے ہوا ہے اور آدم کا واقعہ بعد میں ہوا ہے حالانکہ اگر وہی خیال صحیح ہوتا جو لوگوں میں پایا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ یوں کہتا کہ میں نے پہلے آدم کو پیدا کیا اور فرشتوں کو اُسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر میں نے تم کو اس سے پیدا کیا مگر خدا تعالیٰ یہ نہیں فرماتا بلکہ وہ یہ فرماتا ہے کہ میں نے پہلے انسانوں کو پیدا کیا، انکی صورتوں کی تکمیل کی اور پھر اُن میں سے آدم کے متعلق ملائکہ کو حکم دیا کہ اُسے سجدہ کریں۔ پس یہ آیت اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ پہلے کئی انسان پیدا ہو چکے تھے۔

صفحہ ۲۰ سے آگے

فی الحال اس کنٹینر سے باہر کی جماعتوں کی امداد مشکل تھی کیونکہ باغیوں نے فری ٹاؤن سے باہر جانے والی سڑکیں بند کر دی تھیں اس لئے فری ٹاؤن کی ۵۵ جماعتوں کی اس کنٹینر سے مدد کی گئی۔ اس طرح ۶۰۰ احمدی خاندانوں نے فائدہ اٹھایا۔ نیز ۱۶۰ معذور افراد کی بھی مدد کی گئی۔ جو پلاسٹک کور اس کنٹینر سے نکلے اس سے ۶ مساجد اور ۱۱ گھروں کی چھتیں ڈالی گئیں۔

حالات قدرے درست ہوئے تو محترم امیر صاحب گنی سے فری ٹاؤن پہنچے اور اس کنٹینر سے بو اور کینما کے متاثرہ افراد کے لئے ٹرک بھر کر سامان بھجوایا۔ یہ امداد ایسے وقت میں کی گئی جبکہ واقعی ان لوگوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ایسے افراد جن کے باغیوں نے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے تھے اور جنہیں ملک کے مختلف حصوں سے فری ٹاؤن لایا گیا مگر ان کا اس وقت کوئی پرسان حال نہ تھا۔ وہ پکار اٹھے کہ اگر جماعت احمدیہ اس موقع پر ہماری مدد نہ کرتی تو شاید ہم بھوک سے مر جاتے۔ ایک عیسائی جو بوڑھے ہو چکے ہیں نے کہا کہ گورنمنٹ کی سپلائی حاصل کرنے کے لئے میں نے دو ہفتے سے نام لکھوایا ہوا ہے۔ قطار میں کھڑے ہو کر تھک گیا ہوں۔ ایک دانہ تک نہیں ملا۔ لیکن جب بھی مشن ہاؤس آتا ہوں تو اپنی فیملی کے لئے کم از کم تین یوم کا کھانا لے کر جاتا ہوں۔ یہ بڑی ہمدردی ہے جو کبھی نہیں بھولوں گا۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ باغی طلباء کے قتل کے درپے ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی طلباء نسبتاً محفوظ رہے اور کھانے اور کپڑوں سے ان کی مدد کی جاتی رہی۔

معذور افراد کے کیمپ میں محترم امیر صاحب مع ممبران مجلس عاملہ ۲۰/ جولائی ۱۹۹۹ء کو دوبارہ گئے اور ۳۳۰ بیگ چاول اور ۶۶۰ خوراک کے ڈبے تقسیم کئے اور انہیں بتایا کہ جماعت احمدیہ برطانیہ کی ایک تنظیم Humanity First کی طرف سے یہ تحفہ آیا ہے۔ اس پر کیمپ کے چیئرمین مسٹر جالو نے کہا کہ آج میں بہت خوش ہوں کہ یہ جماعت خوراک وغیرہ لے کر ہماری مدد کے لئے آتی ہے اور یہ پہلی مسلمان تنظیم ہے اس سے پہلے کوئی مسلمان تنظیم ہماری مدد کے لئے نہیں آئی اور یہ دوسری بار مدد کے لئے آئے ہیں۔ پہلے واٹرلو کے مقام پر اور اب فری ٹاؤن میں۔

اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت احمدیہ برطانیہ کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے جنہوں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی زیر ہدایت امدادی سامان سیرالیون کے لئے بھجوایا۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ سیرالیون کے حالات کو جلد بہتر فرمائے اور یہاں مستقل امن و امان قائم ہو اور یہ ملک بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔

(رپورٹ مرتبہ: خوشی محمد شاکر۔ مبلغ سیرالیون)

آنحضور ﷺ نے فرمایا:

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو۔ اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر سختی کرو۔

(اس حدیث کا مطلب ہے کہ ہمیں سات سال کی عمر سے نماز پڑھنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیئے لیکن دس سال کی عمر کے بعد نماز ضرور پڑھنی چاہیئے۔) (حدیقۃ الصالحین)

عَلَیْکَ بِذَاتِ الدِّیْن

رشتوں کے انتخاب سے متعلق آنحضرت ﷺ کا ایک تاکیدی ارشاد

(فی زمانہ رشتہ ناطہ کے مسائل بہت الجھ چکے ہیں اور بسااوقات شادی بیاہ کے نتیجہ میں لڑکوں اورلڑکیوں یاان کے والدین کی زندگیاں بجائے امن و سکون سے معمور ہونے کے دکھوں اورتلخیوں سے زہر آلود ہو جاتی ہیں۔ اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ لڑکے اور لڑکی اور ان کے والدین رشتوں کے انتخاب سے متعلق قرآن مجید کی ہدایات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ گھروں کو جنت بنانے کاایک ہی طریق ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی ہدایات کی مکمل اطاعت کی جائے ۔

ذیل میں ہم سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبۂ نکاح کا متن ہدیہ قارئین کررہے ہیں جس میں والدین اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے بہت سے سبق موجود ہیں۔)(مدیر)

تشہد، تعوذاور آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

”دنیا میں نکاح بھی ہوتے ہیں اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔لوگ بیمار بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ایک گھر کے کونہ میں ایک لاش دفنانے کی منتظر پڑی ہوتی ہے تو دیوار کی دوسری جانب ایک دلہن سرخ جوڑا پہنے اپنے رخصتانہ کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔پھر یہی چیز کچھ دنوں کے بعد بدل جاتی ہے۔وہ گھر جس میں گانے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ کسی نئی مصیبت کی وجہ سے چیخ و پکار کا مرجع بن جاتا ہے۔ اوروہ گھر جس میں رونے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں وہاں کسی شادی کی وجہ سے گانا بجانا ہورہا ہوتا ہے۔ایک وقت میں ایک انسان اس دنیا سے جدا ہورہا ہوتا ہے اوراس کی اولاد اس کے رشتہ دار اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کون ساری عمر کسی آدمی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر سکتا ہے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ہی وہی آدمی بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اگلی نسلیں ان سے ویسا ہی سلوک کرنے لگ جاتی ہیں۔ان دنوں شاید ان کو خیال آتا ہو گا کہ اگر ہم اپنے ماں باپ سے یہ سلوک نہ کرتے تو ہماری اولادیں بھی ہم سے یہ سلوک نہ کرتیں مگر یہ سلسلہ چلتا ہے اور چلتا چلا جاتا ہے۔

بائبل میں بہت سی باتیں غلط ہیں لیکن اس میں بعض نکتے بھی ہیں۔ انہی میں سے ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ تیرے بیٹے کو غیر گھر کی ایک عورت آکر اپنا لے گی اور تیری طرف سے اس کے دل کو بالکل پھرا لے گی۔ کس طرح یہ نظارے روزانہ ہر گھر میں نظر آتے ہیں۔ کس طرح وہ بچہ جو ماں کی چھاتیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا، جس کی غذا ماں کی چھاتیوں کے دودھ سے تیار ہوتی تھی اس کا دودھ ماں نے کس مصیبت سے چھڑایا۔ کس طرح وہ راتوں کو چیختا بلبلاتا اور شور مچاتا تھا اور کس طرح اس کا تمام سکھ اور آرام ماں میں ہی مرکوز ہوتا تھا۔ کس طرح کو نین لگا لگا کر، نوشادر لگا لگا کر، اور کیا بلائیں لگا لگا کر اس نے اپنے پستانوں کو اس کے لئے مکروہ بنایا اور کن کن مصیبتوں سے اس کا دودھ چھڑایا۔ پھر جب وہ روٹی کھانے لگ گیا تو اس وقت بھی وہ ہر وقت اپنی ماں کا دامن پکڑے رہتا تھا اور ایک منٹ کے لئے بھی اپنی ماں سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ وہ شادی کر کے لایا اور اس شادی کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بچہ جو بچپن میں اپنی ماں کی گود سے نہیں اترتا تھا، جو اس کے پستانوں سے دودھ پیتا تھا اور جس کا دودھ چھڑایا گیا تو وہ سارا دن ریں ریں کرتا رہتا تھا۔ ذرا ماں اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوئی تو وہ اماں اماں کہہ کر چیخیں مارنے لگ جاتا۔ شادی کے بعد اس کی اپنے ماں باپ کی طرف توجہ ہی نہیں رہتی۔ مگر اس کے بیوی اور بچے ہی اس کی خوشیوں کا مرکز بن جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی اس کو نصیحت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اپنے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہئے تو اگر تو وہ شریف ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے بھی خیال ہے مگر گھر کے اخراجات سے کچھ بچتا ہی نہیں۔ آخر میری بیوی ہے، بچے ہیں اور میرے ذمہ ان سب کے اخراجات ہیں۔ میں ان اخراجات کو پہلے پورا کروں تو پھر کسی اور کی خدمت کروں۔ گویا جن کی گودوں میں وہ پلا تھا ان کو اب اپنے گھر سے باہر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور اگر وہ غیر شریف ہوتا ہے تو سابت صلوٰتیں سنا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر دوں؟

خدا نے مجھے اپنے فضل سے جوانی کے ایام سے ہی ایسے مقام پر رکھا کہ میرے سامنے کسی کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ مگر پھر بھی بعض لوگوں کے فقرے مجھے پہنچ جاتے ہیں اور مجھے ان کے سننے کا اتفاق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میرے پاس بیان کیا گیا کہ ایک دفعہ ایک نوجوان کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرے تو اس نے بڑے جوش سے کہا۔ کیا میں اپنے ماں باپ کے لئے بچوں کو فاقے مار دوں۔ اسے یہ فقرہ کہتے ہوئے ذرا بھی خیال نہ آیا کہ انہوں نے فاقے کر کر کے ہی اسے پالا تھا۔ **تو شادی جہاں اپنے ساتھ بڑی برکتیں لاتی ہے وہاں بڑے بڑے ابتلا بھی لاتی ہے اور انسان کی آزمائش درحقیقت اس کی شادی کے ساتھ ہو جاتی ہے۔** پس جہاں شادی انسان کے لئے ایک نئی جنت پیدا کرتی ہے وہاں یہ پہلی بنی ہوئی جنت سے انسان کو محروم بھی کر دیتی ہے۔

مجھے ہمیشہ ہی حیرت آتی ہے کہ بات تو وہی ہے مگر لوگ اور طرف منہ کر کے قربانی کر دیتے

ہیں اور اخلاقی طور پر مجرم سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کے لئے قربانی کر رہے ہیں۔ اگر یہ قربانی آگے کی طرف کرنے کی بجائے لوگ پیچھے کی طرف منہ کر کے کرتے تو پھر بھی دنیا اسی طرح رہتی مگر وہ اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ سمجھی جاتی۔

اگر باپ بجائے اس کے کہ بچوں کی طرف توجہ کرتا اپنے ماں باپ کی طرف توجہ کرتا تو اس کے بچے اس کی طرف توجہ کرتے۔ اور دنیا پھر بھی چلتی چلی جاتی۔ مگر اخلاقی ذمہ داریاں پوری ہو جاتیں۔ اب تو ایسی ہی بات ہے جیسے گاڑی کے پیچھے بیل جوت لیا جائے۔ آج دنیا نے بے شک ترقی کا یہ ایک ذریعہ قرار دیا ہے کہ ہر باپ اپنے بچوں کی طرف توجہ کرے لیکن اگر ہر شخص اپنے ماں باپ کی طرف منہ کرتا تو دنیا اسی طرح چلتی رہتی۔ صرف یہ ہوتا کہ لوگ اخلاقی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتے۔

اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے "ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے"۔ اس حدیث کے اور بھی معنے ہیں لیکن ایک معنے یہ بھی ہیں کہ انسان اس طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں تو دنیا کا فتنہ و فساد دور ہو جائے۔.........

بہر حال شادی کے ساتھ انسانی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ بے شک اس کا آرام بھی بڑھتا ہے اس کی راحت بھی بڑھتی ہے لیکن اگر وہ اپنی پچھلی ذمہ داریوں کو ترک کر دے تو بسا اوقات اسے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ حالانکہ انسان اگر غور کرے تو وہ اپنے شرف کو پچھلے لوگوں سے ہی حاصل کرتا ہے۔ بے شک بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص گو ادنیٰ اخلاق کا آدمی ہوتا ہے لیکن اس کی اولاد کی وجہ سے اسے عزت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اکثر اسے عزت اس وجہ سے حاصل ہوتی ہے کہ وہ اچھے خاندان میں سے ہوتا ہے۔ کہتا ہے میں ایسے خاندان میں سے ہوں، ایسے ماں باپ کا بیٹا ہوں۔ مگر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس کی عزت تو اپنے ماں باپ سے وابستہ ہوتی ہے مگر وہ ان کی خدمت نہیں کرتا اور نہ ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا ہے۔

انہی نقائص کو دور کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ نے ہدایت دی ہے کہ "عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ"۔ **تم دیندار عورت لاؤ وہ تمہاری ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں تمہاری مددگار ہوگی۔** تم غور کر کے دیکھ لو جہاں کوئی دیندار عورت آئے گی وہ ایسے رنگ میں کام کرے گی جو دین کو فائدہ پہنچانے والا ہوگا۔ اور دین کسی خاص چیز کا نام نہیں۔ دین نماز کا نام ہے، دین روزے کا نام ہے، دین حج کا نام ہے، دین زکوٰۃ کا نام ہے، محنت کا نام ہے، دین روحانیت کا نام ہے، غرض دین ہزاروں چیزوں کا نام ہے۔ ایک پیشہ ور جو اپنے پیشہ میں محنت سے کام کرتا ہے وہ دیندار ہے۔ ایک نوکر جو اپنی نوکری میں محنت سے کام لیتا ہے وہ دیندار ہے۔ ایک مزدور جو محنت سے مزدوری کرتا ہے دیندار ہے۔ ایک زمیندار جو اچھی طرح ہل چلاتا ہے دیندار ہے۔ **غرض دینداری ایک وسیع چیز کا نام ہے۔ پس "عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْن" کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والی ہو اور خاوند کو اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد دینے والی ہو۔ جب یہ چیز پیدا ہو جائے تو لازمی طور پر فتنہ و فساد مٹ جاتا ہے۔**

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص صرف اپنا حق مانگتا ہے لیکن دیندار دوسرے کو اس کا حق دلاتا ہے۔ جیسے میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر بچوں کی خدمت کی بجائے انسان ماں باپ کی خدمت کرے تو اس کے بچے اس کی خدمت کرنے لگ جائیں گے اور اپنا حق لینے کی بجائے دوسروں کو اس کا حق دیں گے۔ اسی طرح اگر انسان دوسروں کو ان کے حقوق دلوائے اور اپنے حق پر اصرار نہ کرے تو حقوق پھر بھی ملتے ہیں۔ مگر امن کے قیام میں بہت مدد ملے گی۔

اگر خاوند بیوی سے کہے کہ تم میرے ماں باپ کی خدمت کرو اور بیوی خاوند سے کہے کہ تم میرے ماں باپ سے حسن سلوک کرو تو اگر تو وہ دونوں خاندان شریف ہیں تو بیوی خاوند کے ماں باپ کی خدمت کرے گی اور خاوند بیوی کے ماں باپ کی خدمت کرے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے بیوی خاوند کو توجہ دلائے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو۔ اور خاوند بیوی کو توجہ دلائے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کیا کرو تو بات پھر بھی وہی ہوگی۔ مگر فرق یہ ہوگا کہ درمیان میں سے ذاتی غرض جاتی رہے گی اور یہ توجہ دلانا نیکی بن جائے گا۔ کیونکہ یہ اپنے حق کا مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ ایک نیکی کی راہ پر دوسرے کو چلانا ہوگا۔ گو اس صورت میں بھی حق اسی طرح مل جائے گا جس طرح پہلی صورت میں۔ لیکن بجائے اس کے لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر لوگ دوسروں کے حقوق دلوانے کی کوشش کریں تو ان کے اپنے حق بھی انہیں مل جائیں اور دنیا میں بھی امن قائم ہو جائے۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص نیکی کی تحریک کرتا ہے اسے دو ثواب ملتے ہیں۔ ایک نیکی کی تحریک کا اور ایک اس نیکی کا جو دوسرا شخص اس کی تحریک پر کرے۔ پس دوسروں کے حقوق دلواؤ تا کہ دنیا میں امن قائم ہو۔ اگر ایک عورت یہ کہے کہ میرے ماں باپ سے حسن سلوک کرو اور خاوند کہے کہ میرے ماں باپ کی خدمت کرو تو اس میں خود غرضی پائی جائے گی۔ لیکن اگر خاوند عورت سے کہے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو اور عورت خاوند سے کہے کہ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو تو اس کے نتیجہ میں بھی دونوں کے والدین کی خدمت ہوتی رہے گی لیکن اس کے ساتھ ہی دونوں کا فعل نیکی اور تقویٰ قرار دیا جائے گا۔

تو رسول کریم ﷺ نے عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْن تَرِبَتْ يَدَاكَ (ترمذی ابواب النکاح) فرما کر اس طرف توجہ دلائی ہے۔ دین کے معنے فرض اور واجبات کے ہوتے ہیں اور **عَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْن کے معنے یہ ہیں کہ تم اس عورت کو لاؤ جو اپنے واجبات اور فرائض کو سمجھنے والی ہو۔ اسی طرح عورت کے لئے ایسا**

خاوند تلاش کرو جو اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھنے والا ہو۔ جب دونوں اپنے اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھیں گے تو لازماً دنیا میں امن قائم ہو گا۔ اور جب دونوں اپنے اپنے فرائض سمجھیں گے تو وہ ثواب میں بھی شریک ہونگے جیسے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین گھروہ ہے جس میں تہجد کے وقت اگر بیوی کی آنکھ نہیں کھلتی تو خاوند پانی کا چھینٹا اس کے منہ پر مارتا ہے اور اگر خاوند کی آنکھ نہیں کھلتی تو بیوی اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارتی ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب التحریض علی قیام اللّیل فصل الثانی)

یہ گویا ایک دوسرے کے فرائض کو یاد دلانے کی رسول کریم ﷺ نے ایک مثال دی ہے اور بتایا ہے کہ مرد اور عورت کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

پس شادی کرتے وقت ہر انسان کو اس ذمہ داری کے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس پر عائد ہوتی ہے۔ **اس خیال سے شادی نہیں کرنی چاھئے کہ ایک ایسی عورت آئے جو میری خدمت کرے۔ بلکہ اس نیت اور اس ارادہ سے شادی کرنی چاھئے کہ ایک ایسی عورت آئے جو اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے مجھے اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائے اور ہم دونوں مل کر ان فرائض اور واجبات کو ادا کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کئے گئے ہیں۔** اگر اس رنگ میں شادیاں کی جائیں تو لازماً فساد مٹ جائے گا۔ خاوند بیوی کے رشتہ داروں سے کبھی بدسلوکی نہیں کرے گا اور بیوی خاوند کے رشتہ داروں سے کبھی بدسلوکی نہیں کرے گی بلکہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہونگے۔ یہی ذریعہ ہے جو دنیا میں امن قائم کر سکتا ہے۔

جب تک لڑکی کے رشتہ دار اس خیال میں رهیں گے کہ لڑکا اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرے بلکہ ہماری کرے اور جب تک لڑکے کے رشتہ دار اس خیال میں رهیں گے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرے بلکہ ہماری کرے اس وقت تک دنیا کبھی سُکھ نہیں پا سکتی۔ جس طرح ہاتھ کے دکھنے سے سر کو سکھ نصیب نہیں ہو سکتا اسی طرح بیوی کے دکھ سے خاوند کو سکھ نصیب نہیں ہو گا۔ خاوند کے دکھ سے بیوی کو سکھ نہیں ہو گا اور ان دونوں کے دکھ سے ان کے رشتہ داروں کو سکھ نصیب نہیں ہو گا لیکن اگر اس ذمہ داری کو سمجھ لیا جائے اور لوگ اس طرف توجہ کریں تو دنیا کا اس میں فائدہ ہو گا۔

مگر لوگوں کی مثال بعض دفعہ اس بیوقوف کی سی ہو جاتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے اس سے کہا میاں دھوپ میں کیوں بیٹھے ہو، سائے میں آجاؤ۔ تو وہ کہنے لگا اگر میں سائے میں آجاؤں تو تم مجھے کیا دو گے؟ یہ بھی دکھ اٹھاتا ہے اور تکلیف سہتا ہے مگر اس سایہ کے نیچے نہیں آتا جو رسول کریم ﷺ نے تیار کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں عَلَيكَ بِذَاتِ الدِّينِ مناسب یہی ہے کہ تم ایسی عورت لاؤ جو اپنے فرائض اور واجبات کو سمجھنے والی ہو۔ اسی طرح لڑکی کے لئے ایسا خاوند تلاش کرنا چاہئے جو اپنے فرائض و واجبات کو سمجھنے والا ہو۔ اگر اس امر کو مد نظر نہیں رکھو گے اور چاہو گے کہ لڑکی ایسی ہو جو صرف تمہاری خدمت کرنے والی ہو یا لڑکا ایسا ہو جو صرف تمہاری خدمت کرنے والا ہو تو تم دکھ پاؤ گے کیونکہ جو شخص دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے وہ صرف دوستوں کو ہی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اپنے لئے بھی ظلم کا بیج بوتا ہے۔

حقوق کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے لڑکے بعض دفعہ پندرہ بیس اینٹیں ایک لائن میں کھڑی کر دیتے ہیں اور جب ایک کو دھکا دیتے ہیں تو سب اینٹیں ٹھک ٹھک کرتے ہوئے گر جاتی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کا حق غصب کر لیتا ہے تو وہ اپنے عمل سے دوسروں کو بھی اس کی تحریک کرتا ہے کہ وہ بھی اس کے حقوق کو غصب کر لیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس کے اردگرد ایک ایسا دائرہ بن جاتا ہے جس میں کسی کا حق مارنا گناہ خیال نہیں کیا جاتا اور اس کا نقصان خود اس کو بھی ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے دوسروں کے حقوق کے اتلاف کا خیال نہ ہو بلکہ وہ بجائے اس خیال کے کہ میں ایسی بیوی لاؤں جو میری خدمت کرے یہ ارادہ کرے کہ میں عَلَيكَ بِذَاتِ الدِّينِ کے ارشاد کے مطابق ایسی بیوی لاؤں جو اپنے فرائض اور واجبات کو ادا کرنے والی ہو اور عورت بھی یہ خیال نہ کرے کہ اس کا خاوند ایسا ہو جو صرف اس کی خدمت کرے بلکہ وہ ان فرائض اور واجبات کو ادا کرنے والا ہو جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ تو چونکہ ہر شخص اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے گا اور اسے معلوم ہو گا کہ رشتہ دار کے لئے یا سوسائٹی کے لئے یا مذہب کے لئے کس قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہر شخص دوسرے کے لئے قربانی کرنے والا ہو گا۔ ذاتی آرام اور ذاتی نفع کا خیال کسی کے دل میں نہیں آئے گا۔

پس یہ ایک ایسا راحت اور آرام کا ذریعہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس سے کام لے کر اپنے اردگرد جنت بنا سکتے ہیں اور **درحقیقت جب رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے تو آپ کا اسی طرف اشارہ تھا کہ تم اپنے بچوں کی فکر کر کے جنت حاصل نہیں کرسکتے بلکہ اپنی ماں اور اپنے باپ کی خدمت کر کے جنت حاصل کر سکتے ہو۔ تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو تا کہ جب تم بوڑھے ہو جاؤ تو تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے۔** جب تک تمہارا رخ اگلی طرف رہے گا تمہیں دکھ ہی دکھ ہو گا۔ لیکن اگر پیچھے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ تو تمہارے بچے تمہاری خدمت کریں گے اور دنیا کا دوزخ جنت سے بدل جائے گا۔

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۵۰۴ تا ۵۱۱)